تحقیقاتِ غلام مرسلین

ازقلم:

علامہ غلام مرسلین عطاری
(متعلّم جامعۃ المدینہ گوجرانولہ)
03086271252

فہرست

غیر انبیاء و ملائکہ کو "علیہ السلام" کہنا

سلام تعظیم انبیاء اور ملائکہ کے ساتھ خاص ہے۔لہذا انبیاء و ملائکہ کے علاوہ کسی اور کے نام کے ساتھ مستقل طور پر "علیہ السلام" نہیں کہہ سکتے۔ البتہ تابع کرکے کہہ سکتے ہیں۔ جیسے امام حسین علٰی نبینا وعلیہ السلام (یعنی ہمارے نبی پر اور اُن پر سلام ہو)۔

امام عبد الرزاق علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ قال

" لا تنبغی الصلٰوۃ من احد علی احد الا فی حق النبی علیہ الصلاۃ والسلام "

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سوائے نبی علیہ الصلٰوۃ والسلام کے کسی پر درود بھیجنا درست نہیں۔(مصنف عبد الرزاق،ج2ص216)

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

" لا يصلى على غير الانبياء الا تبعا لأن الصلاة في لسان السلف مخصوصة بالأنبياء صلاة الله وسلامه عليهم كما أن قولنا عز وجل مخصوص بالله سبحانه وتعالى فكما لا يقال محمد عز و جل وان كان عزيزا جليلا لا يقال أبو بكر صلى الله عليه وسلم وان صح المعنى الى ان (قال) واتفقوا على أنه يجوز أن يجعل غير الانبياء تبعا لهم في ذلك فيقال اللهم صل على محمد وعلى آل محمد وأزواجه وذريته وأتباعه لأن السلف لم يمنعوا منه وقد أمرنا به في التشهد وغيره"

انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی اور پر صرف تبعاً ہی درود پڑھا جائے، کیونکہ لفظ صلوۃ سلف صالحین کی اصطلاح میں انبیائے کرام کے ساتھ خاص ہے، جس طرح ہمارا" عزوجل " کہنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، لہذا جس طرح محمد عزوجل نہیں کہا جا سکتا، حالانکہ حضور صَلَّى اللہ علیہ وسلم بھی عزیز و جلیل ہیں، اسی طرح" ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم" بھی نہیں کہا جا سکتا، اگرچہ اس کا معنی صحیح بنتا ہے (یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحمت اور سلامتی ہو)۔

امام نووی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

غیر انبیاء پر تبعاً درود پڑھنے کے جائز ہونے پر علماء کا اتفاق ہے، لہذا یوں پڑھا جائے " اللهم صل على محمد وعلى آل محمد وأزواجه وذريته وأتباعه " کیونکہ سلف صالحین نے ہمیں اس سے منع نہیں کیا، بلکہ ہمیں تو تشہد وغیرہ میں اس کا حکم ہے۔ (شرح مسلم للنووی ج7ص185)

شارح بخاری، علامہ بدرالدین عینی رَحمہ اللہ (المتوفی 855ھ) لکھتے ہیں :

" قال أبو حنيفة وأصحابه ومالك و الشافعي والأكثرون إنه لا يصلى على غير الأنبياء عليهم الصلوة والسلام استقلالا فلا يقال اللهم صل على آل أبي بكر ولا على آل عمر أو غيرهما ولكن يصلى عليهم تبعاً "

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک، امام شافعی اور اکثر ائمہ و علماء رَحمہم اللہ نے فرمایا کہ غیر انبیاء پر استقلالاً درود نہ پڑھا جائے۔ یوں نہ کہا جائے کہ اے اللہ ! درود بھیج آل ابو بکر پر یا آل عمر یا فلاں فلاں پر، بلکہ تبعاً درود بھیجے۔ (عمدۃ القاری ج9ص136)

امام ابن ہمام علیہ الرحمہ (المتوفی:861ھ) لکھتے ہیں :

" وكره الصلاة على غير الأنبياء ."

غیر انبیاء پر (استقلالاً) درود پڑھنا مکروہ ہے (فتح القدیر ج1 ص317)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ (المتوفی: 606ھ) لکھتے ہیں:

" ان أصحابنا يمنعون من ذكر صلوات الله عليه وعليه الصلوة والسلام إلا في حق الرسول"

ہمارے اصحاب، نبی کے علاوہ کے حق میں "صلوات اللہ علیہ" اور "علیہ الصلوۃ والسلام" کے الفاظ سے منع کرتے ہیں۔(تفسیر کبیر ج16 ص185 التوبہ آیت 103)

علامہ اسماعیل حقی (1127ھ) فرماتے ہیں:

" واما الصلوة على غير الانبياء فتجوز تبعا بان يقول اللهم صل على محمد و على آله ويكره استقلالا وابتداء كراهة تنزيه كما هو الصحيح الذي عليه الاكثرون"

غیر انبیاء پر درود تبعاً جائز ہے کہ یوں کہا جائے اے اللہ! درود بھیج محمد اور ان کی آل پر اور اسقلالاً و ابتداء مکروہ تنزیہی ہے اور جیسا کہ یہی صحیح ہے، جس پر علماء کی اکثریت ہے (تفسیر روح البیان ج7 ص228)

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (المتوفی 1225ھ) فرماتے ہیں:

" واختلف هل تكره تحريما أو تنزيها أو خلاف الأولى وصحح النووي في الأذكار الثاني لكن في خطبة شرح الأشباه للبيرى من صلى على غيرهم أثم وكره وهو الصحيح"

اختلاف کیا گیا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا خلاف اولیٰ؟ امام نووی نے " اذکار" میں مکروہ تنزیہی کو صحیح کہا۔ لیکن " خطبة شرح الاشباه للبيرى " میں ہے کہ غیر انبیاء و ملائکہ پر جو درود پڑھے، وہ گنہگار ہے اور ایسا کرنا مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے۔

مزید آگے فرماتے ہیں :

" واما السلام فنقل اللقانی فی شرح جوھرۃ التوحید عن الامام الجويني انه في معنى الصلوۃ فلا یستعمل فی الغائب ولا یفرد به غیر الانبیاء فلا یقال علی علیه السلام "

" بہر حال سلام تو اس بارے میں امام لقانی نے جوہرہ توحید کی شرح میں امام جوینی سے نقل کیا کہ یہ درود کے معنی میں ہے نہ اسے غائب کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی پر انفرادی طور پر بولا جاسکتا ہے پس علی علیہ السلام نہ کہا جائے "(رد المحتار ج10 ص483)

علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ (المتوفی:1239ھ) لکھتے ہیں:

" ان هذا في عرف السلف من شعار الانبياء فلزم التخصيص بهم كما لا يجوزان يقال في النبي صلى الله عليه وآله وسلم عز وجل وان كان عزيزا جليلا "

بے شک اسلاف کے عرف میں یہ (درود وسلام) انبیائے کرام علیہم السلام کے شعار میں سے ہے، تو اس کی ان کے ساتھ تخصیص لازم ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں عزوجل کا لفظ بولا جانا، جائز نہیں، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عزیز و جلیل ہیں۔(النبراس علی شرح العقائد ص9)

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 1340ھ) لکھتے:

” صلوۃ وسلام بالاستقلال، انبیاء و ملائکہ کے سوا کسی کے لیے نہیں، ہاں بہ تبعیت جائز ہے۔ جیسے "اللهم صلی وسلم علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد " اور صحابہ کے لیے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جائے، اولیاء و علماء کو رحمۃ اللہ تعالی علیهم یا قدست اسرارھم، اور اگر رضی الله تعالیٰ عنهم کہے جب بھی مضائقہ نہیں۔“ (فتاوی رضویہ ج23ص391)

سید نعیم الدین مراد آبادی (المتوفی 1367ھ) فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع کر کے آپ کے آل واصحاب اور دوسرے مومنین پر درود بھیجا جاسکتا ہے مستقل طور پر حضور ﷺ کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے (خزائن العرفان ص788)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ (المتوفی: 1367ھ) لکھتے ہیں:

"کسی کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا یہ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔ مثلاً: موسی علیہ السلام، عیسی علیہ السلام، جبرئیل علیہ السلام، نبی اور فرشتے کے سوا کسی دوسرے کے نام کے ساتھ یوں نہ کہا جائے۔ (بہار شریعت حصہ 16 ص465)

مفتی جلال الدین امجدی رحمہ اللہ (المتوفی 1422ھ) لکھتے ہیں:

" یہ مختلف فیہ ہے۔ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ استقلالاً وابتداء جائز نہیں ہے اور اتباعاً جائز ہے، یعنی امام حسین علیہ السلام کہنا جائز نہیں ہے اور امام حسین علی نبینا وعلیہ السلام جائز ہے۔ (فتاوی فیض الرسول ج1 ص262)

مذکورہ بالا دلائل، شارحین کی تشریحات، مفسرین کی تصریحات فقہاء کے جزئیات اور علماء کے نفیس کلمات سے اہلسنت جمہور کا مذہب روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ انبیاء و ملائکہ کے علاوہ کسی کے ساتھ مستقل علیہ السلام نہیں کہہ سکتے البتہ تبعاً جائز ہے۔

غیر انبیاء و ملائکہ کو "علیہ السلام" کہنا اہل بدعت کا شعار

"علیہ السلام" انبیاء و ملائکہ کے ساتھ خاص ہے۔

اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ زیلعی حنفی علیہ الرحمہ (المتوفی 743ھ) فرماتے ہیں:

"ولا يصلى على غير الأنبياء والملائكة إلا بطريق التبع ، لأن في الصلاة من التعظيم ماليس في غيرها من الدعوات، وهي لزيادة الرحمة والقرب من الله تعالى، ولا يليق ذلك بمن يتصور منه الخطايا والذنوب. وإنما يدعى له بالعفو والمغفرة والتجاوز إلا تبعا بأن يقول اللهم صل على محمد وآله وصحبه ونحوه لأن فيه تعظيم النبى"

انبیاء اور فرشتوں کے علاوہ کسی اور پر تبعاً ہی درود پڑھا جائے، کیونکہ درود میں جو تعظیم ہے وہ دیگر دعاؤں میں نہیں ہے، نیز یہ اللہ کی خاص رحمت اور قرب میں اضافے کے لیے ہے جو معصوم عن الخطاء الذنوب (خطاؤں اور گناہوں سے معصوم ذات) کے علاوہ کسی اور کے شایان شان نہیں اور غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے محض بخشش و مغفرت کی دعا کی جاسکتی ہے، ہاں درود کے الفاظ تبعا ہوں تو جائز ہے، جیسے اللهم صل على محمد و آله وصحبه وغیرہ الفاظ کہے، کیونکہ اس میں در اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تعظیم ہے۔(تبیین الحقائق ج6ص228)

شیعہ و روافض بھی اہل بیت کو گناہوں سے معصوم اور انبیاء کے مساوی سمجھتے ہیں اس لئے اہل بیت کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" کہتے ہیں۔

چنانچہ قاضی عیاض مالکی (المتوفی 544ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اہل بدعت اور روافض کا عقیدہ ہے کہ آئمہ اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہیں اور اسی بد عقیدگی کی بنا پر وہ اہل بیت پر صلوۃ و سلام بھیجتے ہیں اور جو کام کسی بد عقیدہ فرقہ کی بد عقیدگی کی بنا پر ہو اس کی مخالفت واجب ہے۔(الشفاءج2ص67)

علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمہ (المتوفی 1270ھ) فرماتے ہیں:

" فهو أمر لم يكن معروفاً في الصدر الأول وإنما أحدثه الرافضة في بعض الأئمة والتشبه بأهل البدع منهى عنه فتجب مخالفتهم "

یہ (علیہ السلام) صدر اول (پہلے زمانے) میں نہیں تھا بلکہ رافضیوں نے اسے بعض آئمہ کے لئے شروع کیا۔بدعتی لوگوں سے مشابہت اختیار کرنا منع ہے لہذا ان کی مخالفت کرناواجب ہے۔(روح المعانی ج 11 ص 261 سورۃ احزاب آیۃ56)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ (المتوفی606ھ) فرماتے ہیں:

" أن أصحابنا يمنعون من ذكر صلوات الله عليه وعليه الصلاة والسلام إلا في حق الرسول ، والشيعة يذكرونه في علي وأولاده"

ہمارے اصحاب نبی علیہ السلام کے علاوہ کے حق میں "صلوت اللہ علیہ" اور "علیہ الصلوٰۃ والسلام" کے الفاظ سے منع کرتے ہیں اور شیعہ حضرت علی اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم کے لئے (علیہ السلام) کہتے ہیں۔(تفسیر کبیر ج16 ص185)

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (المتوفی 1253ھ) فرماتے ہیں:

"والظاهر أن العلة في منع السلام ما قاله النووي في علة منع الصلاة أن ذلك شعار أهل البدع"

اور ظاہر یہ ہے کہ منع سلام میں علت وہ ہی ہے جو امام نووی نے منع صلوۃ کی علت بیان کی ہے کہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے(ردالمحتار ج10 ص483)

ملا علی قاری علیہ الرحمہ (المتوفی 1014) فرماتے ہیں:

یہ اہل بدعت کا شعار ہے اس لئے اس کی مخالفت واجب ہے۔(شرح الشفاء ج3 ص 510)

علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ (المتوفی1239ھ) فرماتے ہیں:

" لا يجوز التصلية والتسليم على غير الأنبياء استقلالا عند المحققين من أهل السنة، خلافًا للروافض؛ فإنهم يصلون ويسلمون على أهل البيت "

محققین علمائے اہلسنت کے نزدیک غیر نبی پر درود و سلام جائز نہیں۔ بخلاف روافض کے وہ (روافض) اہل بیت پر درود و سلام پڑھتے ہیں۔ (النبراس ص9)

کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بدھ کے دن نمازِ جمعہ پڑھائی؟

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ اہلسنت کی معتبر کتاب "مروج الذہب" میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے بدھ کے دن نماز جمعہ پڑھائی ۔ سوشل میڈیا پر بھی ایک شیعہ ذاکر کی ویڈیو دیکھی جس میں وہ بڑے دھڑلّے سے بکواس کر رہا تھا کہ ہمیں پتہ ہے اسلامی تاریخ میں بدھ کے دن جمعہ کس نے پڑھایا۔

علی بن حسین مسعودی (المتوفی 347ھ) اپنی کتاب مروج الذہب میں لکھتا ہے:

" انه صلی بهم عند مسیرهم الی صفین الجمعة فی یوم الاربعاء "

حضرت امیر معاویہ نے صفین کے راستے میں بدھ کے دن جمعہ پڑھایا۔ (مروج الذہب ج3 ص33 مطبوعہ المکتبۃ العصریہ بیروت)

یہ ایسی بے تکی بات ہے جس کی نہ سند ہے نہ سر ہے نہ پاؤں۔۔۔

ایسی بات کی توقع کسی عام مسلمان سے بھی نہیں رکھی جاسکتی کُجا یہ کہ ایک جلیل القدر صحابی کے بارے کہی جائے۔

شیعہ اسی بات کو لے کر صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان درازی کرتے ہیں۔(معاذاللہ)

آیئے اب اس کتاب اور اس کے مصنف کی حقیقت آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

پہلی بات یہ کہ نہ یہ کتاب اہلسنت کی ہے اور نہ ہی اس کا مصنف اہلسنت سے تھا بلکہ یہ کتاب بھی شیعہ حضرات کی ہے اور اس کا مصنف بھی شیعہ تھا۔

مروج الذہب کے مصنف "مسعودی" کے شیعہ ہونے پر شیعہ علماء کی تصریحات -----

(1) شیعہ آئمہ کی سوانح حیات پر لکھی گئی شیعہ مسلک کی معتبر کتاب "اعیان الشیعہ" میں ہے۔۔

"علماء النجوم من الشیعه و من افضل الموصوفین بعلم النجوم الشیخ الفاضل الشیعی علی بن الحسین بن علی المسعودی مصنف کتاب المروج الذہب"

شیعہ علماء جنہوں نے علم نجوم میں شہرت پائی اس علم کے علماء میں سب سے افضل علی بن حسین مسعودی ہے جو کتاب مروج الذہب کا مصنف ہے یہ شخص اپنے دور کا فاضل اور شیخ تھا اور مسلک کے اعتبار سے شیعہ تھا۔(اعیان الشیعہ ج1 ص160)

مزید صفحہ نمبر157 پر ہے۔

"ابو الحسن علی بن حسین مسعودی صاحبِ مروج الذہب کی ایک تصنیف" کتاب المقالات فی اصول الدیانات" ہے۔ اس کتاب کا تذکرہ اس نے مروج الذہب میں کیا ہے۔ نجاشی نے اس کی ایک تصنیف "الابانہ فی اصول الدیانات" کا ذکر کیا ہے۔ اور شیخ طوسی اور نجاشی وغیرہ نے اس کے اہل تشیع ہونے پر نص وارد کی ہے۔ بارہ اماموں کی امامت کے اثبات پر اس کی کئی ایک تصانیف ہیں۔(اعیان الشیعہ ج1 ص157)

(2) شیعہ محدث عباس قمی کہتا ہے:

"مسعودی ہذلی جس کا نام ابو الحسن علی بن حسین بن علی ہے۔ بہت بڑا شیخ اور مورخین میں سے بزرگ اور مستند ہونے کے ساتھ بہت بڑا عالم تھا۔ علامہ نے اسے خلاصۃ الرجال کی قسم اول میں ذکر کیا اور کہا کہ اس کی ایک کتاب امامت وغیرہ کے مسئلے پر ہے، جس میں اس نے حضرت علی کی وصیت کے اثبات پر بہت کچھ لکھا۔ مروج الذہب بھی اسی کی تصنیف ہے۔ علامہ مجلسی نے مقدمہ میں اور بہار الانوار کی عبارت شروع کرنے سے قبل اس کا تذکرہ کیا اور نجاشی نے اپنی فہرست میں اُن راویوں میں شمار کیا ہے جو شیعہ مسلک رکھتے ہیں اور کہا کہ اس کی ایک کتاب کا موضوع "حضرت علی کی وصیت کا اثبات" بھی ہے۔ کتاب مروج الذہب اسی کی تصنیف ہے 333ھ یا 345ھ میں انتقال کر گیا" (الکنی والالقاب، ج3 ص184)

(3) منتخب التواریخ میں ہے۔

"ایک معروف عجمی عالم نے مسعودی کے بارے کہا اور اس نے دلیل یہ پیش کی کہ اس نے مروج الذہب میں بنی عباس کے خلفاء کے مظالم، عیوب پر لعن طعن نہ کرنے کے علاوہ ان کے فضائل اور محاسن بھی بیان کئے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مسعودی امامی شیعہ ہے۔ اور اس نے تاریخ نویسی میں ایک مورخ کا کردار سامنے رکھا۔ (منتخب التواریخ مقدمہ، مطبوعہ تہران)

(4) الذریعہ الی تصانیف الشیعہ میں ہے۔

" الصفوۃ" نامی کتاب ابو الحسن علی بن حسین مسعودی کی تصنیف ہے، جسے اس نے مسئلہ امامت کے موضوع پر لکھا یہ مروج الذہب کا بھی مصنف ہے۔ جو 346ھ میں مصر میں انتقال کر گیا۔ اس کا نجاشی نے ذکر کیا اور مروج الذہب کے شروع میں اس کی تصریح موجود ہے" (الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ج15 ص47)

مذکورہ بالا شیعہ کتب (اعیان الشیعہ، الکنی والالقاب، الذریعہ اور منتخب التواریخ) کے حوالہ جات میں مروج الذہب کے مصنف "مسعودی" کے امامی شیعہ ہونے کی تصریح موجود ہے اور اس کا شیعہ عقائد کے اثبات پر اور مسئلہ امامت پر مختلف کتب تصنیف کرنا اس کے کٹر امامی شیعہ ہونے کی دلیل ہے۔۔

حدیث قسطنطنیہ اوریزید

آج کل کچھ یزیدی حدیثِ قسطنطنیہ کی بناپر یزید کو جنتی ثابت کر رہے ہیں۔

کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کا پہلا لشکر جو قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرے گا وہ جنتی ہے اور یزید نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا لہذا یزید جنتی ہے۔۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

" قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینہ قیصر مغفور لھم "

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔(صحیح بخاری، کتاب الجہاد، حدیث 2924)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان حق ہے لیکن قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا یزید ہے ان کا یہ دعویٰ غلط ہے۔

یزید نے قسطنطنیہ پر کب حملہ کیا؟؟

اس بارے میں چار اقوال ہیں:

(1) 49ھ میں
(2) 50ھ میں
(3) 52ھ میں

(4) 55ھ میں

جیسا کہ کامل ابن اثیر ج3 ص 131، البدایہ والنہایہ ج8 ص 23، عینی شرح بخاری ج14، اصابہ ج1 ص405 میں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یزید 49ھ سے 55ھ تک قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہوا۔ مگر قسطنطنیہ پر اس سے پہلے حملہ ہو چکا تھا جس کے سپہ سالار حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ ابو داؤد کی حدیث ہے۔

"حضرت ابو عمران اسلم کہتے ہیں: ہم نے مدینہ سے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے غزوے میں شرکت کی اس وقت عبدالرحمن بن خالد بن ولید امیر تھے"(سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، حدیث2512) اور حضرت عبدالرحمن بن خالد رضی اللہ عنہ کا انتقال 46ھ یا 47ھ میں ہوا جیسا کہ البدایہ والنہایہ ج8 ص 31، کامل ابن اثیر ج3 ص239 اور اسد الغابہ ج3 ص440 میں ہے۔

ابو داؤد کی روایت اور عبدالرحمن بن خالد کی تاریخ وفات ملانے سے معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ پر 46ھ یا 47ھ میں پہلا حملہ ہوا اور تاریخ کی معتبر کتابیں شاہد ہیں کہ یزید قسطنطنیہ کی ایک جنگ کے علاوہ کسی جنگ میں شریک نہیں ہوا۔

معلوم ہوا کہ حضرت عبدالرحمن بن خالد رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ پر جو پہلا حملہ کیا اس میں یزید شریک نہیں تھا اور حدیث (اول جیش من امتی الخ،۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔) میں یزید داخل ہی نہیں جب وہ داخل ہی نہیں تو اس حدیث کی بشارت کا وہ مستحق کیسے ہو گیا؟(محرم الحرام اور عقائد و نظریات ص54،55)

میلاد کا ثبوت

ایک پوسٹ نظروں سے گزری جس میں لکھا تھا:

کہ" فلاں امام کی زندگی میں اتنی مرتبہ ربیع الاول آیا۔۔۔

نہ آپ نے منایا نہ منانے کا حکم دیا

فلاں محدث کی زندگی میں اتنی مرتبہ میلاد آیا۔۔۔

نہ آپ نے منایا نہ منانے کا حکم دیا"

پوسٹ لکھنے والے نے بڑی مکاری اور دجل سے کام لیا ہے۔ منکر میلاد ہمیشہ منافقت اور دجل سے ہی کام لیتا ہے۔ پوسٹ میں آئمہ و محدثین کا نام ذکر کیا اور آگے لکھا " نہ آپ نے خود منایا نہ منانے کا حکم دیا"۔

اس کی جگہ اگر یہ لکھیں کہ نہ آپ نے خود منایا نہ منانے سے منع کیا تو آپ کے پاس کیا جواب ہو گا؟؟

چیلنج!

جن آئمہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انہوں نے میلاد نہیں منایا چیلنج ہے۔ کسی ایک امام سے ثابت کر دیں جس نے میلاد منانے سے منع کیا ہو؟؟؟

دجل سے کام لیتے ہوئے ان آئمہ کا نام ذکر کیا جن سے میلاد ثابت نہیں۔۔۔

اس کے برعکس ہم آپکو دکھاتے ہیں جن جلیل القدر آئمہ و محدثین نے میلاد منایا اور میلاد منانے پہ دلائل دیئے اور میلاد پہ پوری پوری کتابیں لکھیں۔

جواب کے دو حصے ہوں گے:

(1) پہلے حصے میں ہم یہ ثابت کریں گے کیا صحابہ نے میلاد منایا؟

i. دو اعتراض اور ان کے جواب۔۔

ii. منکرین سے ہمارے چند سوالات۔۔۔

(2) اور دوسرے حصے میں ہم ثابت کریں گے جن آئمہ و محدثین نے میلاد منایا اور میلاد منانے پہ دلائل دیئے۔۔

(1) کیا صحابہ علیہم الرضوان نے میلاد منایا؟

سنن نسائی کی حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک محفل میں تشریف لائے اور صحابہ سے فرمایا تمہیں کس چیز نے یہاں بٹھایا ہے؟

صحابہ کرام علیہ الرضوان نے عرض کیا:

"جلسنا ندعوا الله ونحمده على ما هدانا لدينه ومن علينا بك"

ہم یہاں اس لیے بیٹھے ہیں، (یہ محفل سجانے کا مقصد یہ ہے) کہ ہمیں جو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے اور آپ کو بھیج کر ہم پر احسان فرمایا اس پر اس کا ذکر کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الله ما اجلسكم الا ذلك

اللہ کی قسم! تم صرف اسی لیے بیٹھے ہو؟

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی:

الله ما اجلسنا الا ذلك

اللہ کی قسم ہم صرف اسی لیے بیٹھے ہیں کہ دین اسلام کی دولت اور آپ کی آمد کی نعمت عظمی پر اللہ کا شکر ادا کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اما اني لم استحلفكم تهمة لكم وانما أتاني جبرائيل عليه السلام فأخبرني ان الله عز وجل يباهي بكم الملائكة ۔

اے میرے صحابہ ! میں تم سے قسم اس لیے نہیں لے رہا کہ مجھے تم پر شک ہے بلکہ معاملہ یہ ہے کہ) میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھے خبر دی کہ تمہارے اس عمل پر اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر فرمارہاہے۔(سنن نسائی حدیث#5428)

اب بتائیں جب جبریل یہ حکم لے کر نازل ہوئے تو صحابہ کیا کر رہے تھے ؟؟

کیا نماز پڑھ رہے تھے ؟ رکوع میں تھے ؟ سجدے میں تھے ؟ حج کر رہے تھے یا عرفات میں تھے ؟ یا کسی جنگ میں تھے ؟؟

صحابہ نہ نماز پڑھ رہے تھے نہ رکوع میں تھے نہ سجدے میں تھے نہ حج کر رہے تھے نہ کسی جنگ میں تھے ۔۔ بلکہ محفل میلاد میں بیٹھ کر امام الانبیاء کا ذکر کر رہے تھے ۔

i. دو اعتراضات اور ان کے جوابات ۔

پہلا اعتراض:

جیسے آج کل تم لوگ میلاد مناتے ہو (مروجہ میلاد) ایسے صحابہ سے ثابت نہیں ؟

جواب:

ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب نے اس کو ایک بہت اچھی مثال سے سمجھایا ہے ۔ فرماتے ہیں :

صحابہ اصل ہیں اور بعد والے فرع ہیں اصل جڑ کو کہتے ہیں اور فرع ٹہنی کو کہتے ہیں ۔

جڑ اور ٹہنی کا مسلک ایک ہوتا ہے ، مشن ایک ہوتا ہے لیکن دونوں میں فرق واضح ہے ۔

جڑ اصل ہے لیکن سایہ جڑ سے نہیں بلکہ ٹہنی سے ملتا ہے ۔

جڑ اصل ہے لیکن پھل جڑ سے نہیں ٹہنی سے ملتا ہے۔

جڑ پر پھول نہیں ہوتے ٹہنی پر پھول ہوتے ہیں۔

جڑ نیچے جاتی ہے ٹہنی اوپر آتی ہے۔

جڑ دبی ہوتی ہے ٹہنی ننگی ہوتی ہے۔

جڑ جمی ہوتی ہے ٹہنی وجد بھی کرتی ہے۔

اب کوئی ٹہنی سے کہے تو بدعتی ہوگئی ہے تم نے تو جڑ والا مسلک ہی بدل لیا۔ تیری جڑ کا مسلک اور تھا اور تیرا اور ہو گیا ہے۔ تجھ پہ پتے ہیں جبکہ تیری جڑ پر تو کوئی پتا نہیں تھا ۔اگر تو جڑ والی ہے، جڑ کے مسلک والی ہے تو تجھ پر بھی پتے نہیں ہونے چاہیے تھے۔ تو ٹہنی سر ہلا کر کہے گی" زمانے کے بے وقوف میرے پتوں کو تو نے بدعت بنایا ہے جسکی جڑ ہوتی ہے اسکے پتے ضرور ہوتے ہیں جڑ نہ ہو تو پتے نہیں ہوتے"۔

جڑ ہو تو پتے ہوتے ہیں اب جڑ اور ٹہنی کا مسلک ایک ہے مگر فرق ہے۔ جڑ کے جڑ ہونے کا لحاظ ہے اور ٹہنی کے ٹہنی ہونے کا لحاظ ہے۔

اب مشن ایک، مقصد ایک مگر پھر بھی فرق ہے ٹہنی کو جڑ نہیں بنایا جا سکتا جڑ کو ٹہنی نہیں بنایا جا سکتا۔

صحابہ کرام کا اور ہمارا مسلک ایک ہے۔

ہمارا اصول ایک ہے صحابہ کے ساتھ، ہمارا مسلک ایک، ہمارا دین ایک مگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنے احوال کے مطابق اپنی بزم سجائی ہے اور بعد والوں نے اپنے حالات کے مطابق شوق سے محفل سجائی اور میلاد منایا ہے۔(ہم میلاد کیوں مناتے ہیں ص 20،21)

دوسرا اعتراض:

نہ صحابہ نے لنگر پکائے اور نہ جھنڈیاں لگائیں آپ کیوں کرتے ہیں؟

جواب:

جس زمانے میں قرآن لکھنے کے لیے کاغذ نہ ملتا ہو۔ قرآن ہڈیوں پر، پتوں پر اور پتھروں پر لکھا جائے اس زمانے میں بارہ ربیع الاول کی جھنڈیاں ڈھونڈنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟؟

جس زمانے میں صحابہ کو کھانے کے لئے کھجور تک میسر نہ ہو صحابہ پیٹ پر پتھر باندھتے ہوں اس زمانے میں لنگر کی دیگیں ڈھونڈنا بیوقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟؟

جس صدیق اکبر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گھر کا سارا سامان حضور پر قربان کر دیا انہوں نے یہ جھنڈیاں اور لنگر کی دیگیں گھر سنبھال کر رکھنی تھی؟؟

ii. منکرین سے ہمارے چند سوالات

ہمیں بھی بتائیں کیا مدارس اور جامعات صحابہ نے بنائے؟؟

بستر اٹھا کر تبلیغ کے لئے جانا اور ایک مہینے دو مہینے اور چھ مہینے کا چلّہ کہاں سے ثابت ہے کیا یہ صحابہ نے کیا؟؟

مساجد کو سجانا، نماز کے لئے اوقات مقرر کرنا، مذاہبِ اربعہ، تقلید شخصی، سیرت النبی کانفرنس، ختم نبوت کانفرنس، یوم خلفائے اربعہ، افتتاح بخاری اور اختتام بخاری کہاں سے ثابت ہے؟؟

رائیونڈ اجتماع کہاں سے ثابت ہے؟؟

(2) وہ آئمہ و محدثین جنہوں نے میلاد منایا اور میلاد کے جواز پہ دلائل دئیے۔

امت کے بڑے بڑے محدثین، مفسرین، شارحین، فقہاء اور علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں میلاد منانے کو باعث اجر وثواب لکھا ہے اور اس پہ دلائل قائم کئے ہیں علمائے امت کے اقوال ملاحظہ ہوں۔۔۔

(1) امام محمد بن ظفر المکی (المتوفی 565ھ) فرماتے ہیں:

اہل محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی میں دعوت طعم منعقد کرتے آئے ہیں۔ قاہرہ کے جن اصحاب محبت نے بڑی بڑی ضیافتوں کا انعقاد کیا، ان میں شیخ ابو الحسن بھی ہیں جو کہ ابن قفل قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے نام سے مشہور ہیں اور ہمارے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن نعمان کے شیخ ہیں۔ یہ عمل مبارک جمال الدین عجمی ہمذانی نے بھی کیا اور مصر میں سے یوسف حجار نے اسے بہ قدر وسعت منعقد کیا اور پھر انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو (خواب میں) دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوسف حجار کو عمل مذکور کی ترغیب دے رہے تھے۔ (سبل الھدی الرشاد ج 1 ص 363)

(2) شیخ عمر بن محمد الملاّ (المتوفی 570ھ)

امام یوسف صالحی نے آپ کے میلاد منانے کے بارے میں لکھا ہے کہ "شہر موصل میں سب سے پہلے میلاد شریف کا اجتماع منعقد کرنے والے عمر بن محمد ملا تھے جن کا شمار مشہور صالحین میں ہوتا تھا۔ شاہِ اربل اور دیگر لوگوں نے انہیں کی اقتداء کی ہے اللہ ان پر رحم فرمائے"۔ (سبل الھدی والرشاد ج 1 ص 325)

(3) محدث ابن جوزی (المتوفی 579) فرماتے ہیں:

" مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، مصر، شام، یمن الغرض شرق تا غرب تمام بلاد عرب کے باشندے ہمیشہ سے میلاد النبی کی محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں۔ وہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہتی۔ چنانچہ ذکر میلاد پڑھنے اور سننے کا خصوصی اہتمام

کرتے اور اس کے باعث بے پناہ اجر و کامیابی حاصل کرتے رہے ہیں"(بیان المیلاد النبوی ص70)

غوث پاک سے میلاد کا ثبوت مانگنے والے ذرا آنکھیں کھولیں مذکورہ بالا تینوں آئمہ غوث اعظم کے ہم زمانہ ہیں اور محدث ابن جوزی نے تو غوث پاک کی مجلس بھی اختیار کی ہے۔آپ نے نہ صرف میلاد پہ دلائل دیئے بلکہ میلاد پہ دو کتابیں بھی لکھیں (1)بیان المیلاد النبوی اور(2)مولد العروس۔۔۔

(4) ابو الخطاب بن دحیہ کلبی(المتوفی 633ھ)

ابن خلکان اپنی کتاب "وفیات الاعیان" میں امام دحیہ کلبی کے بارے میں لکھتے ہیں۔۔۔

"ان کا شمار بلند پایہ علماء اور مشہور محققین میں ہوتا تھا وہ مراکش سے شام اور عراق کی سیاحت کے لئے روانہ ہوئے۔604ھ میں ان کا گزر اربل کے علاقہ سے ہوا جہاں ان کی ملاقات عظیم المرتبت سلطان مظفر الدین بن زین الدین سے ہوئی جو میلاد النبی کے انتظامات میں مصروف تھا۔اس موقع پر انہوں نے " التنویر فی مولد البشیر النذیر" کتاب لکھی،انہوں نے یہ کتاب سلطان کو پڑھ کر سنائی۔بادشاہ نے ان کی خدمت میں ایک ہزار دینار بطور انعام پیش کیا"۔(حجۃ اللہ علی العالمین ص237)

(5) شارح مسلم امام نووی کے استاذ امام ابو شامہ(المتوفی 665ھ) اپنی کتاب "الباعث علی انکار البدع والحوادث" میں لکھتے ہیں:

"اسی (بدعت حسنہ) کی قبیل پر ہمارے زمانے میں اچھی بدعت کا آغاز شہر اربل میں کیا گیا اس بابرکت شہر میں ہر سال میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اظہار فرحت و مسرت کے لئے صدقات و خیرات کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

اس سے جہاں ایک طرف غرباء و مساکین کا بھلا ہوتا ہے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ محبت کا پہلو بھی نکلتا ہے۔اور پتہ چلتا ہے کہ اظہار شادمانی کرنے والے کے دل میں اپنے نبی کی بے حد تعظیم پائی جاتی ہے۔

مزید شاہِ اربل کے بڑے پیمانے پر میلاد منانے کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس نیک عمل کو مستحب گردانا جائے گا۔ اس کے کرنے والے کا شکریہ ادا کیا جائے اور اس پر اسکی تعریف کی جائے"۔(الباعث علی انکار البدع والحوادث ص23,24)

اربل کے بادشاہ سلطان مظفر الدین ابو سعید کو کبری (المتوفی630ھ) کے بارے تفصیل۔۔

(6)امام شمس الدین ذہبی (المتوفی748ھ)

ان کا شمار عالم اسلام کے عظیم محدثین اور مؤرخین میں ہوتا ہے آپ نے اپنی دو کتابوں (سیر اعلام النبلاء اور تاریخ الاسلام) میں شاہِ اربل سلطان مظفر الدین کوکبری کے میلاد منانے کو بیان کیا ہے۔سلطان مظفر الدین کوکبری یہ صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی تھے۔بہت نیک دل اور متقی اور سنی العقیدہ بادشاہ تھے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

"ملک المظفر کے محفل میلاد النبی ﷺ منانے کا انداز بیان کرنے سے الفاظ قاصر ہیں۔ جزیرہ عرب اور عراق سے لوگ کشاں کشاں اس محفل میں شریک ہونے کے لئے آتے تھے اور کثیر تعداد میں اونٹ، گائیں اور بکریاں ذبح کی جاتیں اور انواع و اقسام کے کھانے پکائے جاتے۔

وہ صوفیاء کے لئے کثیر تعداد میں خلعتیں تیار کرواتا اور واعظین وسیع و عریض میدان میں خطابات کرتے اور وہ بہت زیادہ مال خیرات کرتا۔ ابن دحیہ نے اس کے لئے میلاد النبی کے موضوع پر کتاب تالیف کی تو اس نے اسے ایک ہزار دینار دیئے۔وہ منکسر المزاج، راسخ العقیدہ سنی تھا۔فقہاء اور محدثین سے محبت کرتا تھا۔

سبط الجوزی کہتے ہیں:

شاہ مظفر الدین ہر سال محفل میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا اس محفل میں شریک ہونے والے ایک شخص کا کہنا ہے کہ اس کی دعوت میلاد میں ایک سو قشلمیش

گھوڑوں پر سوار سلامی اور استقبال کے لئے موجود تھے۔ میں نے اس کے دستر خوان پر پانچ ہزار بھنی ہوئی سریاں، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ دودھ سے بھرے مٹی کے پیالے اور تیس ہزار مٹھائی کے تھال پائے"۔(سیر اعلام النبلاء ج16 ص275)

(7)حافظ ابن کثیر دمشقی(المتوفی774ھ)

آپ ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں۔ آپ نے البدایہ والنہایہ جلد نمبر 9 صفحہ نمبر 18 اور 19 پر سلطان مظفر الدین کے میلاد کے بارے تفصیل سے لکھا اور ان کے میلاد منانے کو خوب سراہا۔ اس کے علاوہ آپ نے میلاد پر باقاعدہ ایک رسالہ بھی لکھا جس کا نام "ذکر مولد رسول ورضاعہ "ہے۔ اس رسالہ کے صفحہ 29 پر آپ نے ابو لہب والی روایت سے میلاد منانے پر استدلال کیا ہے۔(اختصار کے پیش نظر عبارات ذکر نہیں کی)

(8) امام شمس الدین الجزری(المتوفی660ھ) فرماتے ہیں:

"ابو لہب جیسے کافر کہ جس کی مذمت میں "سورۃ اللہب "نازل ہوئی، جب اس کو ولادت رسول ﷺ کی خوشی کے سبب عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس مسلمان کا کیا حال ہو گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتا ہے اور اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرتا ہے۔

مجھے اپنی جان کی قسم! بے شک اس کی جزاب ّ ضرور دے گا اور اپنے فضل و کرم سے اسے جنت کی نعمتوں میں داخل کرے گا۔(الحاوی للفتاوی ج1 ص230)

(9)امام شمس الدین سخاوی(المتوفی 902) فرماتے ہیں:

"میں مکہ مکرمہ میں کئی سال تک محفل میلاد میں شرکت سے مشرف ہوا۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ محفل پاک کتنی برکتوں پر مشتمل ہے اور بار بار میں نے مقام ولادت کی زیارت کی اور میری سوچ کو بہت فخر حاصل ہوا۔ ہمیشہ اہل اسلام تمام علاقوں اور بڑے بڑے شہروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے مہینے میں محفلیں منعقد کرتے ہیں۔(المورد الروی فی مولد النبی)

(10)امام جلال الدین سیوطی(المتوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کا یوم ولادت اصل میں خوشی اور مسرت کا موقع ہے۔ مسلمان جمع ہو کر قرآن خوانی کرتے ہیں ولادت مبارکہ کے معجزات بیان کرتے ہیں اور ضیافت کا انتظام کیا جاتا ہے یہ بدعت حسنہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کے میلاد پر فرحت اور دلی مسرت کرنے والے کو ثواب سے نوازا جاتا ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کے شکرانے میں نیک اجتماعات منعقد کرنا اور خوشیوں کا اظہار کرنا مستحب ہے۔ (الحاوی للفتاوی ج 1 ص 222)

(11)امام قسطلانی(المتوفی 923ھ) فرماتے ہیں:

"ہمیشہ سے اہل اسلام حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محافل میلاد کا اہتمام کرتے آئے ہیں۔ کھانا کھلاتے ہیں اور ربیع الاول کی راتوں میں صدقات وخیرات کی تمام ممکنہ صورتیں بروئے کار لاتے ہیں۔ اظہار مسرت اور نیکیوں میں کثرت کرتے ہیں۔ میلاد النبی ﷺ کے چرچے کئے جاتے ہیں۔ ہر مسلمان میلاد النبی ﷺ کی برکات سے فیض یاب ہوتا ہے۔ میلاد النبی ﷺ کی مجرب چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس سال میلاد منایا جائے اس سال امن وامان رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے ماہ میلاد النبی ﷺ کی راتوں کو عید منایا۔ اور جس کے دل میں بغض وعناد ہو تو وہ اپنی دشمنی میں اور زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔ (المواہب الدنیہ، ج 1 ص 147)

(12) ملا علی قاری(المتوفی 1014ھ)

آپ نے میلاد النبی ﷺ پر باقاعدہ ایک کتاب " المورد الروی فی مولد النبی " تصنیف فرمائی اور اس میں میلاد النبی کے جواز اور عالم عرب وعجم میں محافل میلاد کے انعقاد کو اسلامی اور تاریخی تناظر میں انتہائی مدلل انداز میں بیان کیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں:

فرمان باری تعالیٰ ہے "بے شک تمہارے پاس رسول تشریف لائے "

اس میں یہی خبر اور اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے وقت کی تعظیم بجالائی جائے۔ اس دن کی خوشی میں ممد و معاون ہے تو اسے میلاد کا حصہ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔

مزید لکھتے ہیں کہ ابن جماعہ نے فرمایا ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ زاہد، قدوہ، معمر، ابو اسحاق، ابراہیم بن عبد الرحیم بن ابراہیم بن جماعہ جب مدینۃ النبی ﷺ میں تھے تو میلاد نبی ﷺ کے موقع پر کھانا تیار کر کے لوگوں کو کھلاتے اور فرماتے: اگر میرے بس میں ہوتا تو پورا مہینہ ہر روز محفل میلاد کا اہتمام کرتا۔

(ملا علی قاری فرماتے ہیں) : میں کہتا ہوں جب میں ظاہری دعوت اور ضیافت سے عاجز ہوں تو یہ اوراق میں نے لکھ دیئے تاکہ میری طرف سے یہ معنوی اور نوری ضیافت ہو جائے جو زمانے کے صفحات پر ہمیشہ باقی رہے۔ محض کسی سال یا مہینے کے ساتھ ہی خاص نہ ہو اور میں نے اس کتاب کا نام " المورد الروی فی مولد النبی " رکھا ہے۔(المورد الروی فی مولد النبی ص17)

(13) شیخ عبد الحق محدث دہلوی (المتوفی 1052ھ) فرماتے ہیں:

"مسلمان ہمیشہ سے محفل میلاد النبی ﷺ منعقد کرتے چلے آئے ہیں۔ صدقات و خیرات اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اپنے گھروں کو سجاتے ہیں اور شب ولادت رسول ﷺ کو عید مناتے ہیں۔ ان تمام افعال حسنہ کے سبب سال بھر امن و سلامتی رہتی ہے۔ جس کے دل میں بغض ہوتا ہے وہ اپنی دشمنی میں اور زیادہ سخت ہو جاتا ہے ۔(ماثبت بالسنہ ص86)

(14) شیخ اسماعیل حقی (المتوفی 1137ھ) تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں:

"اور میلاد شریف منانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ہے جب کہ وہ منکرات سے پاک ہو۔

امام سیوطی نے فرمایا ہے: ہمارے لیے آپ کی ولادت باسعادت پر اظہار شکر کرنا مستحب ہے۔(روح البیان ج9 ص56)

(15) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (المتوفی 1174ھ)

آپ مکہ مکرمہ میں میلاد النبی ﷺ کی محافل کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس سے پہلے میں مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود و سلام عرض کر رہے تھے اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ ﷺ کی ولادت کے موقع پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار و تجلیات کی برسات شروع ہو گئی۔ میں نہیں کہتا کہ میں نے یہ منظر صرف جسم کی آنکھ سے دیکھا تھا، نہ یہ کہتا ہوں کہ فقط روحانی نظر سے دیکھا تھا، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان دو میں سے کون سا معاملہ تھا۔ بہر حال میں نے ان انوار میں غور و خوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار اُن ملائکہ کے ہیں جو ایسی مجالس اور مشاہد میں شرکت پر مامور و مقرر ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ انوارِ رحمت کا نزول بھی ہو رہا تھا۔ (فیوض الحرمین ص80)

نوٹ!

طوالت سے بچتے ہوئے اختصار کے پیش نظر چند جلیل القدر آئمہ و محدثین کی میلاد پر تصریحات ذکر کی ہیں۔۔۔۔

الحمدللہ فقیر کے پاس 50 سے زائد آئمہ کے حوالہ جات موجود ہیں جنہوں نے خود میلاد منایا، میلاد منانے کے فضائل و برکات اور جواز پہ دلائل دیئے اور میلاد پر کتب تصنیف کیں۔۔۔

تحریر میں ذکر کردہ حوالہ جات کا فقیر ذمہ دار ہے تصدیق کے لئے کتاب یا کتابی سکین طلب کر سکتے ہیں۔

صحیح بخاری اور میلاد

عروہ بن زبیر راوی کہتے ہیں :

وَثُوَيْبَةُ :مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ ، كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا ، فَأَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ ، قَالَ لَهُ : مَاذَا لَقِيتَ ؟ قَالَ أَبُو لَهَبٍ : لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هَذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ .

ثویبہ ، ابولہب کی لونڈی تھی ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ (جب ثویبہ نے ابولہب کو حضور ﷺ کے پیدا ہونے کی خبر دی) اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔

جب ابولہب مر گیا تو اس کو اس کے بعض گھر والوں نے خواب میں برے حال میں دیکھا۔

پوچھا کیا گزری؟ ابولہب بولا: تم سے جدا ہو کر مجھے کوئی خیر نصیب نہ ہوئی ہاں مجھے کلمہ کی اس انگلی سے پانی ملتا ہے کیونکہ میں نے ثویبہ لونڈی کو آزاد کیا تھا ۔ (بخاری، حدیث#5101)

شارح بخاری علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ (المتوفی 923ھ) فرماتے ہیں:

" محدث ابن جوزی نے فرمایا: جب ابولہب جیسا کافر کہ جس کی مذمت میں قرآن کی سورت نازل ہوئی ہے، نبی کریم ﷺ کی میلاد کی رات خوشی کرنے پر اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے تو وہ مسلمان جو آپ ﷺ کی امت میں سے ہو، وہ میلاد کی خوشی کرے اور جتنا ممکن ہو حضور ﷺ کی محبت میں خرچ کرے تو بخدا اس

کی جزا یہی ہے کہ اللہ اسے اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمائے۔(مواہب اللدنیہ ج1ص92)

نوٹ:

کافر کو اس کا نیک عمل کوئی فائدہ نہیں دیتا۔۔۔

ابولہب اور ابوطالب کے عذاب میں تخفیف حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلّم کی خصوصیت کی وجہ سے ہے۔۔۔۔

کیا ابولہب والی روایت نص قرآنی کے خلاف ہے؟

اعتراض:

منکرین میلاد کہتے ہیں کہ یہ حدیث (جو پچھلے صفحے پر ابولہب والی گزری ہے) نصِ قرآنی کے خلاف ہے کیونکہ کافر کا کوئی نیک عمل اس کو فائدہ نہیں دے گا نہ ہی عذاب میں تخفیف ہو گی۔۔۔

جواب:

ابولہب والی روایت پہ ان کی چیخیں نکل رہی ہیں۔۔۔

بخاری و مسلم کی ابوطالب کے عذاب میں تخفیف والی روایت پر کیا کہیں گے؟؟

ہمت ہے تو ان روایات پر بھی فتوی لگائیں کہ یہ بھی نص قرآنی کے خلاف ہیں لہذا قابل قبول نہیں۔۔۔۔

آئمہ شارحین نے ان احادیث کی شرح میں لکھا ہے کہ

کافر کو ان کی نیکیاں اور نیک عمل کوئی فائدہ نہیں دیں گے لیکن کافر کے جس عمل کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو تو حضور ﷺ کی خصوصیت کی وجہ سے کافر کو اس عمل کا فائدہ ہو گا اور عذاب میں تخفیف ہو گی۔۔۔

تخفیف کرنے کا تعلق مدت سے نہیں ہے بلکہ کیفیت سے ہے یعنی کفار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ان کی مدت عذاب میں کمی نہیں ہو گی ہاں عذاب کی کیفیت یعنی شدت میں کمی کر دی جائے گی۔

ابو لہب والی روایت کے تحت علامہ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں اور علامہ بدرالدین عینی نے "عمدۃ القاری" میں یہی لکھا ہے۔

مخالفین ذرا اپنے گھر کی خبر لیں!!!

آپکے اکابرین ابو لہب والی روایت سے میلاد پر استدلال کر رہے ہیں اور ابو لہب کے عذاب میں تخفیف کو حضور کی خصوصیت شمار کر رہے ہیں۔

عبد الوہاب نجدی کے بیٹے عبد اللہ نے ابو لہب والی روایت سے میلاد پر استدلال کیا ہے اور ابن جوزی کا قول نقل کیا کہ جب ابو لہب کافر کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوش ہونے پر یہ حال ہے تو آپ کی امت کے اس مسلمان کا کیا کہنا جو آپ کی ولادت پر مسرور اور خوش ہے۔(مختصر سیرت رسول ﷺ ص32)

وہابیوں کے ابن عثیمین نجدی لکھتے ہیں:

"ابو لہب کو اپنے انگوٹھے کے سوراخ سے دوزخ میں پانی پلایا گیا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے ورنہ ابو لہب کافر اس کا کب مستحق تھا کہ اس کو دوزخ میں انگوٹھے سے پانی پلایا جاتا۔اور اس کے عذاب میں تخفیف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے" (شرح صحیح البخاری ج6ص195)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"اس کو خصوصیت بھی قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس واقعہ کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جس کی وجہ سے ابولہب کے ساتھ یہ خصوصی رعایت کی گئی"۔ (کشف الباری، کتاب فضائل القرآن ص194)

منکرو! ہماری نہ سہی اپنے بڑوں کی ہی مان لو۔۔۔

وہابی کی خیانت (روایت کی تحقیق)

وہابی مولوی زاہد انور نے اپنی بدنام زمانہ کتاب "ضعیف اور من گھڑت واقعات" کے صفحہ نمبر 31اور 32 پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ظاہر ہونے والے معجزے کو ضعیف قرار دے دیا۔۔۔

روایت ملاحظہ کریں۔۔

أخبرنا أحمد بن علي، قال: أخبرنا هبة الله بن الحسن قال : أخبرنا مُحَمَّدُ بْنُ عبدِ الرَّحْمَنِ بْنِ العَبَّاسِ ،قال : حَدَّثنا عبد الله بْنُ مُحَمَّدٍ البَغَوِيُّ، قال: حَدَّثنا عليُّ بْنُ الجَعْدِ ،قال : حَدَّثنا فَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ ، عن لقمان بن عامر ، عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه،

قال: قيل يا رسول الله !

ما كان بُدو أمرك ؟

قال ﷺ : دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ ، وَبُشْرَى عِيسَى، وَرَأَتْ أُمِّي خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُورُ الشَّامِ

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ ! آپکی پیدائش کیسے ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: میں ابراہیم علیہ السلام کی دعاہوں اور عیسی علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری والدہ نے دیکھا کہ مجھ سے نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔(دلائل النبوۃ ج1 ص239)

سلیمان ندوی کی کتاب کا حوالہ دے کر لکھتا ہے کہ اس کا بیچ کا راوی " احمد بن محمد بن عبد العزیز " نامعتبر ہے بقیہ راوی مجہول الحال ہیں۔ حالانکہ اس روایت کی پوری سند میں اس نام کا راوی نہیں ہے۔

اور امام ابو نعیم اصبہانی کی دلائل النبوۃ میں اس روایت کو حسن کہا گیا ہے۔ جب سطحی علم رکھنے والے کی رسائی صرف اپنے مولویوں کی کتابوں تک ہو پھر ایسے ہی ہوتا ہے۔ جناب! ذرا اپنی بِل سے اور ندوی صاحب کی کتاب سے باہر آئیں ہم آپکو دکھاتے ہیں کہ اس روایت کے کتنے شواہد ہیں۔۔۔

یہ روایت مختلف سندوں کے ساتھ درجنوں کتبِ احادیث میں موجود ہے چند حوالہ جات ملاحظہ کریں۔۔۔

(1) امام احمد بن حنبل نے اس روایت کو اپنی مسند میں صحیح سند سے تین جگہ ذکر کیا ہے۔(حدیث #17281 حدیث # 17798 اور حدیث # 22616)

(2) امام حاکم نے بھی اس روایت کو اپنی مستدرک میں تین جگہ ذکر کیا۔(حدیث #3566 حدیث #4175 حدیث #4230)

امام حاکم نے فرمایا: یہ احادیث صحیح الاسناد ہیں لیکن بخاری و مسلم نے اسے نقل نہیں کیا۔

(3) امام ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج8 ص289 حدیث 13842) پر اس روایت کو نقل کیا اور فرمایا کہ اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اس کی سند حسن ہے اور اس کے شواہد قوی ہیں۔

(4) امام بیہقی نے دلائل النبوۃ(ج1ص84) پراس روایت کوذکر کیا۔

(5) امام طبرانی نے المعجم الکبیر (ج8ص206حدیث 7729) پر اس روایت کو نقل کیا۔

(6) امام دارمی نے سنن دارمی(ج1حدیث13) پراس روایت کو نقل کیا۔

(7) ابن عساکرنے تاریخ دمشق(ج3ص170) پراس روایت کو نقل کیا۔

(8) ابوداؤدطیالسی نے اپنیٔ مسند طیالسی(ج2ص126حدیث1236) پر اس روایت کو نقل کیا۔

(9) امام بغوی نے شرح السنہ (ج13ص207حدیث3626) پر اس روایت کو نقل کیا۔

(10) ابن حبان نے زوائد(ج6ص434حدیث2093) پراس روایت کو نقل کیا۔

(11) امام ابن سعد نے طبقات الکبیر(ج1ص82) پراس روایت کو نقل کیا۔

(12)امام الالکائی نے شرح اصول اعتقاد اہلسنہ (ج3ص10حدیث1404) پر اس روایت کو نقل کیا۔

(13)خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ المصابیح حدیث (#5759) اور حدیث(# 5760) پراس حدیث مبارکہ کو نقل کیا۔

وہابی حضرات اپنے گھر کی خبرلیں!!!

وہابیوں کے زبیر زئی نے مکتبہ اسلامیہ سے چھپنے والی مشکوۃ کی تحکیم پہ مذکورہ دونوں حدیثوں کو حسن کہاہے۔(دیکھئے مشکوۃالمصابیح ج3ص386مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

البانی نے بھی السلسلۃالصیحہ میں اس روایت کو دومرتبہ نقل کیاہے۔(دیکھئے السلسلۃ الصیحہ حدیث#3172اورحدیث#3496)

صدیق حسن بھوپالی اس حدیث کے بارے لکھتے ہیں۔۔۔

اس حدیث کو امام احمد، امام بزار، امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو ابن حبان اور امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اور اس کی متعدد سندیں ہیں۔(الشمامۃ العنبریہ 10)

حدیث نور اور امت کا تلقی بالقبول

عبد الرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر قال: سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اول شئ خلقہ اللہ تعالی؟ فقال: ھو نور نبیك یا جابر خلقہ اللہ،۔۔ الی آخر الحدیث۔۔۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔۔۔۔

اس حدیث کو امام مالک کے شاگرد، امام احمد بن حنبل کے استاذ اور امام بخاری و مسلم کے دادا استاذ امام عبد الرزاق نے اپنی "المصنف" الجزء المفقود حدیث 18 صفحہ 63،64 پر بیان کیا

امام قسطلانی (المتوفی 923ھ) نے "المواہب الدنیہ" ج1 ص45 پر

علامہ زرقانی (المتوفی 1122ھ) نے شرح زرقانی ج1 ص54 پر

امام ابن حجر ہیتمی (المتوفی 974ھ) نے "فتاوی حدیثیہ" صفحہ 202،203 پر

امام علی بن ابراہیم حلبی (المتوفی 1044) نے "سیرت حلبیہ" ج1 صفحہ 115 پر

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (المتوفی 1350) نے "انوار محمدیہ" صفحہ 26 پر۔

علامہ فاسی (المتوفی 1053ھ) نے دلائل الخیرات کی شرح "مطالع المسرات" صفحہ 390 پر۔۔

علامہ دیار بکری (المتوفی 966) نے "تاریخ الخمیس" ج 1 صفحہ 20،19 پر نقل کیا۔

دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب "نشر الطیب" کی پہلی فصل "نور محمدی کا بیان" صفحہ 11 پر نقل کیا اور کہا کہ اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

اعلی حضرت محدث بریلی اس حدیث پاک کو فتاوی رضویہ میں نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

بالجملہ وہ (حدیث جابر) تلقی امت بالقوۃ کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے تو بلا شبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی۔ (فتاوی رضویہ ج30 صفحہ 659)

آٹھ سو سال پہلے میلاد

امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں شاہِ اربل سلطان مظفر الدین کوکبری (المتوفی 630ھ) کے میلاد منانے کو بیان کیا ہے۔

سلطان مظفر الدین، صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی تھے بہت نیک دل متقی اور سنی العقیدہ بادشاہ تھے۔

امام ذہبی لکھتے ہیں:

"ملک المظفر کے محفل میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا انداز بیان کرنے سے الفاظ قاصر ہیں۔ جزیرہ عرب اور عراق سے لوگ کشاں کشاں اس محفل میں شریک

ہونے کے لیے آتے اور کثیر تعداد میں گائیں، اونٹ اور بکریاں ذبح کی جاتیں اور انواع واقسام کے کھانے پکائے جاتے۔

وہ صوفیاء کے لیے کثیر تعداد میں خلعتیں تیار کرواتا اور واعظین وسیع و عریض میدان میں خطابات کرتے اور وہ بہت زیادہ مال خیرات کرتا۔ ابن دحیہ نے اس کے لیے "میلاد النبی" کے موضوع پر کتاب تالیف کی تو اس نے اسے ایک ہزار دینار دیے۔ وہ منکسر المزاج اور راسخ العقیدہ سنی تھا، فقہاء اور محدثین سے محبت کرتا تھا۔

سبط الجوزی کہتے ہیں:

شاہ مظفر الدین ہر سال محفل میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا جب کہ خانقاہ صوفیاء پر دو لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔ اس محفل میں شریک ہونے والے ایک شخص کا کہنا ہے کہ اُس کی دعوت میلاد میں ایک سو قشلمیش گھوڑوں پر سوار سلامی و استقبال کے لیے موجود تھے۔ میں نے اُس کے دستر خوان پر پانچ ہزار بھنی ہوئی سریاں، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ دودھ سے بھرے مٹی کے پیالے اور تیس ہزار مٹھائی کے تھال پائے۔ (سیر اعلام النبلاء ج22 ص336)

یہ میلاد سال دو سو سال پہلے کا نہیں ہے بلکہ یہ آج سے تقریباً آٹھ سو سال پہلے کا میلاد ہے۔

ابن تیمیہ سے پہلے میلاد

امام ابن جوزی (المتوفی 597ھ) لکھتے ہیں۔۔

اہل حرمین شریفین اہل شام اہل مصر اہل یمن اور تمام بلاد عرب سید عالم کے میلاد کی محافل قائم کرتے ہیں اور ربیع النور کا چاند نظر آنے پر خوشیاں مناتے ہیں غسل کرتے ہیں اچھے لباس زیب تن کرتے ہیں۔۔۔ (میلاد النبوی ابن جوزی صفحہ 70)

جبریل علیہ السلام کی عمر (روایت کی تحقیق)

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا جبریل بتا تیری عمر کتنی ہے؟

جبریل علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ چوتھے آسمان پر ایک ستارہ ہے۔ جو ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ طلوع ہوتا ہے میں نے اس کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے جبریل! خدا کی قسم وہ ستارہ میں ہی ہوں۔ (سیرت حلبیہ ج1 ص113)

یہ روایت ہمارے ہاں بہت زیادہ بیان کی جاتی ہے حالانکہ یہ بے سند روایت ہے۔

علامہ برہان الدین حلبی (المتوفی 1043ھ) نے اس روایت کو اپنی کتاب "سیرت حلبیہ" میں بغیر سند کے ذکر کیا ہے اور علامہ حلبی نے جس کتاب کا نام ذکر کیا آگے خود ہی فرمایا کہ مجھے اس کتاب کے مؤلف کا نام یاد نہیں۔ اور آخر میں لکھا کہ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

حالانکہ یہ روایت نہ تو صحیح بخاری میں ہے اور نہ ہی الادب المفرد میں ہے۔

علامہ اسماعیل حقی نے تفسیر روح البیان ج3 صفحہ 543 پر بھی اس روایت کو بغیر سند کے ذکر کر دیا۔

یہ روایت کسی کتاب سے سنداً ثابت نہیں ہے لہذا اس کو بیان نہ کیا جائے۔۔۔

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کا فضل، نعمت اور رحمت

فرمان باری تعالیٰ:

وَ اَمَّا بِنِعمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّث

ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔(الضحیٰ آیۃ 11)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

وَ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نِعمَۃَ اللّٰہِ

ترجمہ: امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔(بخاری، حدیث #3977)

فرمان باری تعالیٰ:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا

ترجمہ: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں(یونس آیۃ 58)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

اس آیت میں فضل سے مراد امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔(تاریخ ابن عساکر ج42ص362)

فرمان باری تعالیٰ:

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ

ترجمہ: ہم نے تمہیں سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ (الانبیاء : آیۃ 107)

اللہ کی اس عظیم نعمت، فضل اور رحمت پر شکر کیسے ادا کریں؟

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"یَستَحبُّ لَنَا اِظھَار الشُّکرِ لِمَولُودِہٖ علیہ السلام "

ترجمہ: ہمارے لئے مستحب ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر کر کے شکر ادا کریں۔ (تفسیر روح البیان ج9 ص56)

بلاشبہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا سب سے بڑا فضل، نعمت اور رحمت ہیں، لہذا اللہ رب العزت کی اس عظیم نعمت پر گج وج کے خوشیاں منائیں۔۔

قرآنی کلمات کے علاوہ الفاظ سے دم کرنا (دادا صاحب کی گھوڑی قسط 1)

قرآنی کلمات کے علاوہ الفاظ سے دم کرنا جائز اور ثابت ہے۔

معزز قارئین!

چند دن قبل امیر اہلسنت نے کسی ولی اللہ کی نسبت سے سر درد کا دم بتایا۔ جس پر جہلاء نے طوفان بد تمیزی کھڑا کر دیا کہ یہ کونسا دم ہے؟۔ کیا یہ دم قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟؟

انشاء اللہ عزوجل ہم ثابت کریں گے کہ قرآنی کلمات کے علاوہ وہ الفاظ جس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں ان کو پڑھ کر دم کرنا بالکل جائز و ثابت اور سلف صالحین کا طریقہ ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ ہے:

حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَرَى فِي ذَلِكَ فَقَالَ اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ۔۔۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: ہم زمانہ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے، ہم نے عرض کی یارسول اللہ! اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے دم کے کلمات میرے سامنے پیش کرو، دم میں کوئی حرج نہیں جب تک اس میں شرک نہ ہو۔" (صحیح مسلم #5732)

حکیم ترمذی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد الأعلى بن واصل الأسدي، قال حدثنا أبو نعيم النخعي، عن فطر بن خليفة العزرمي، عن أبي الزبير، عن جابر بن عبد الله، قال: كان بالمدينة رجل يُكنى أبا مذكر، يرقي من العقرب، ينفع الله بها،

فقال رسول الله ﷺ:

«يَا أَبَا مُذَكِّرٍ! مَا رَقِيَتُكَ هَذِهِ؟ اعْرِضْهَا عَلَيَّ»، فقال أبو مذكر: شَجَةٌ قَرْنِيَّةٌ، مِلْحَةُ بَحْرٍ، قَفَطا، اَو لفطا، نَطَفَا، اَو نَفَطا تفْقَا لا محقا،

فقال رسول الله ﷺ: «لا بَأْسَ بِهَا إِنَّمَا هِيَ مَوَاثِيقُ أَخَذَهَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاود صلَّى اللهُ عَلَيْهِما عَلَى الهَوَامِ»

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مدینہ میں ایک آدمی تھا جس کی کنیت ابومذکر تھی وہ بچھو کے کاٹنے کا دم کرتا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابومذکر تم کیا دم کرتے ہو؟ مجھ پر پیش کرو۔۔

ابومذکر نے دم سنایا۔۔

"شَجَّةٌ قَرنِيَّةٌ ، مِلحَةُ بَحرٍ ، قَفَطا ، اَوْ لَفَطا ، نَطفَا ، اَوْ نَفَطا ثَفْقَا لَا محقَا
"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دم میں کوئی حرج نہیں۔۔ یہ وہ قابل اعتماد کلمات ہیں جن سے سلیمان بن داؤد علیہما السلام موذی جانوروں پر دم فرمایا کرتے تھے۔(نوادر الاصول ج2ص488)

سند کے رجال کا تعارف۔۔۔

(1) سند کے پہلے روای۔۔۔

عبد الاعلی بن واصل اسدی۔۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابو حاتم نے عبد الاعلی بن واصل اسدی کو صدوق کہا، امام نسائی نے ثقہ کہا اور امام ابن حبان نے ان کا ذکر الثقات میں کیا(تہذیب التہذیب ج3ص728)

(2) سند کے دوسرے راوی۔۔

ابو نعیم نخعی(عبد الرحمن بن ہانی)

امام بخاری فرماتے ہیں: یہ صدوق ہیں۔(التاریخ الکبیر ج5ص362)

ابن حبان نے ابو نعیم نخعی کا ذکر الثقات میں کیا۔(ثقات ابن حبان ج5ص266)

(3) سند کے تیسرے راوی۔۔

فطر بن خلیفہ القرشی المخزومی

امام ابن حجر عسقلانی ان کے بارے میں آئمہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔۔۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: یہ ثقہ اور صالح الحدیث ہیں۔

یحی بن سعید اور ابن معین کے نزدیک بھی یہ ثقہ ہیں۔

امام عجلی نے کہا: یہ ثقہ اور حسن الحدیث ہیں۔

امام ابو حاتم رازی کہتے ہیں: یہ صالح الحدیث ہیں۔

اور امام نسائی نے بھی فطر بن خلیفہ کو ثقہ قرار دیا۔(تہذیب التہذیب ج5 ص279)

(4) سند کے چوتھے راوی۔۔

ابو زبیر مکی (محمد بن مسلم)۔۔۔۔ یہ صحاح ستہ کے متفق علیہ ثقہ راوی ہیں۔

(5)سند کے پانچویں راوی۔۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

(صحابی رسول متفق علیہ ثقہ وعادل)

کوئی دیوبندی، وہابی اور انجینئر کا مقلد بتائے گا کہ ابو مذکر قرآن کی کونسی آیت پڑھ کر دم کرتے تھے؟؟

انشاء اللہ عزوجل ہم دوسری قسط میں ثابت کریں گے کہ غیر اللہ (انبیاء و اولیاء) کے نام سے اور ان محبوبانِ خدا سے نسبت رکھنے والی چیزوں کے نام سے دم کرنا جائز، صحیح احادیث سے ثابت اور کبار آئمہ و محدثین کا طریقہ رہا ہے۔۔۔

غیر اللہ (انبیاء واولیاء) کے ناموں سے دم کرنا (دادا صاحب کی گھوڑی قسط2)

غیر اللہ (انبیاء و اولیاء) کے ناموں سے دم کرنا جائز، احادیث سے ثابت اور کبار آئمہ و محدثین کا طریقہ رہا ہے۔

پہلی قسط میں ہم نے صحیح سند سے ثابت کیا کہ قرآنی کلمات کے علاوہ الفاظ سے دم کرنا جائز ہے۔۔۔

انشاء اللہ عزوجل آج ہم ثابت کریں گے کہ قرآنی کلمات کے علاوہ، غیر اللہ (انبیاء و اولیاء) کے نام سے دم کرنا جائز، احادیث سے ثابت اور کبار آئمہ و محدثین کا طریقہ رہا ہے۔

ابن ماجہ کی حدیث ہے۔۔۔

حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَا : حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ صَالِحٍ أَبُو الصَّلْتِ الْهَرَوِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «الْإِيمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ ، وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ ، وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ» قَالَ : أَبُو الصَّلْتِ : لَوْ قُرِئَ هَذَا الْإِسْنَادُ عَلَى مَجْنُونٍ لَبَرَأَ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:" ایمان نام ہے دل سے (اللہ کی) معرفت کا، زبان سے اقرار اور (جسم کے) اعضاء کے

ساتھ (اس کے مطابق) عمل کرنے کا۔" ابو صلت نے کہا: اگر یہ سند کسی مجنون پر پڑھی جائے تو وہ تندرست ہو جائے۔(سنن ابن ماجہ #65)

امام ابو نعیم اصفہانی (المتوفی 430ھ) اپنی کتاب "حلیۃ الاولیاء" میں آئمہ اہل بیت رضوان اللہ علیھم اجمعین کی اسی سند سے ایک اور روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔"یہ حدیث اس سند سے ثابت اور مشہور ہے ہمارے اسلاف میں سے بعض محدثین جب اس سند کو بیان کرتے تو فرماتے: اگر یہ سند مجنون (پاگل) پر پڑھی جائے تو اسے افاقہ ہو جائے" (حلیۃ الاولیاء ج2 ص192)

مکہ مکرمہ کے مفتی اعظم اور محدث، مکہ مکرمہ میں 34 سال تدریس کے فرائض سر انجام دینے والے اور صاحب "کنز العمال" علامہ علی بن حسام الدین متقی کے استاذ شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکی ہیتمی اس روایت کو اپنی کتاب "الصواعق المحرقہ" میں نقل کرنے کے بعد امام احمد بن حنبل کا قول نقل کرتے ہیں۔

"قال احمد؛ لو قرأت هذا الاسناد علی مجنون لبرء من جننه"

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: یہ مبارک سند پڑھ کر اگر میں مجنون (پاگل) پر دم کروں تو ضرور اس کا جنون ختم ہو جائے۔"(الصواعق المحرقہ ص558)

نوٹ!

اس روایت کی سند میں ابو الصلت ہروی کو بعض محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ تاہم ابن معین اور دار قطنی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔اور امام احمد بن حنبل اور خطیب بغدادی نے صدوق کہا ہے۔(شرح ابن ماجہ للسیوطی ص86، تہذیب التہذیب ج4 ص184)

دوسری بات یہ کہ ضعیف حدیث متابع اور شواہد کی تقویت سے حسن ہو جاتی ہے۔

امام جمال الدین المزی نے تہذیب الکمال (ج18 ص) 82 پر اس حدیث کے متابعات ذکر کئے ہیں۔اور امام جلال الدین سیوطی نے شرح ابن ماجہ (ص85) پر اس

کے علاوہ مزید متابعات ذکر کر کے اس روایت کی صحت کو ثابت کیا ہے۔ ابن ماجہ کے علاوہ اس روایت کو امام ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء (جلد 2 صفحہ 193) پر اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں دو جگہ نقل کیا:

(1) ج6 ص226 حدیث# 6254

(2) ج8 ص262 حدیث# 858

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ج1 ص47 پر حدیث، 16 ذکر کر کے حدیث 17 میں اس حدیث کا متابع ذکر کیا۔۔

اس کے علاوہ ابن السنی نے "عمل الیوم واللیلۃ" میں اور دیلمی نے "مسند الفردوس" میں بھی اس کو روایت کیا ہے۔۔

اس کے علاوہ اس حدیث کے شواہد بھی موجود ہیں۔۔۔۔

غیراللّٰہ (انبیاء واولیاء) سے نسبت رکھنے والی چیزوں سے دم کرنا (دادا صاحب کی گھوڑی قسط 3)

غیر اللہ (انبیاء و اولیاء) سے نسبت رکھنے والی چیزوں سے دم کرنا احادیث سے ثابت اور سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے۔

الحمدللہ ہم نے سابقہ دو قسطوں میں ثابت کیا کہ قرآنی کلمات کے علاوہ الفاظ سے دم کرنا اور محبوبانِ خدا کے ناموں سے دم کرنا جائز اور احادیث سے ثابت ہے۔

انشاء اللہ عزوجل آج آخری قسط میں ہم ثابت کریں گے کہ غیر اللہ (انبیاء و اولیاء) سے نسبت رکھنے والی چیزوں کے نام سے دم کرنا جائز اور آئمہ سلف کا طریقہ ہے۔

امام احمد بن محمد ابن السنی (المتوفی 364ھ) اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

أخبرني اسماعيل بن ابراهيم الحلواني، حدثنا أبي، ثنا ابراهيم بن المنذر، ثنا عبد العزيز بن عمران، عن ابن أبي حبيبة، عن داود ابن الحصين، عن عكرمه عن ابن عباس، عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال: إذا كنت بواد تخاف فيها السباع، فقل: أعوذ بدانيال وبالجب من شر الأسد»

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی وادی میں ہو جس میں تمہیں شیر کا خوف ہو تو یہ پڑھو (پڑھ کر دم کر دو)۔ "میں دانیال اور ان کے کنواں کی پناہ لیتا ہوں شیر کے شر سے" (عمل الیوم والیلۃ ص169 حدیث 347)

اس حدیث کو علامہ متقی ہندی نے کنز العمال (ج2 ص656) پر اور امام الخرائطی نے "مکارم الاخلاق" میں بھی اس کو اپنی سند سے روایت کیا ہے۔

اصحاب کہف اور ان کے کتے کے نام کی برکت۔۔

امام طبرانی اصحاب کہف کی حدیث روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو شُبَيْلٍ: قَالَ أَبِي بَلَغَنِي أَنَّهُ مَنْ كَتَبَ هَذِهِ الْأَسْمَاءَ فِي شَيْءٍ وَطَرَحَهُ فِي حَرِيقٍ سَكَنَ الْحَرِيقُ

ابو شبل (امام مالک کے شاگرد) فرماتے ہیں: مجھے میرے والد نے بتایا کہ جو یہ اصحاب کہف کے نام کسی شئے پر لکھ کر اس کو آگ میں ڈالے تو وہ آگ بجھ جائے گی۔ (معجم الاوسط حدیث 6113)

اس حدیث پاک سے بہت سے مفسرین نے اصحاب کہف کے نام سے دم اور تعویذ کرنے کے خواص ذکر کئے ہیں۔۔

علامہ احمد صاوی فرماتے ہیں:

"حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اصحاب کہف کا تعویز نو کاموں کے لئے فایدہ مند ہے (1) بھاگے ہوئے کو بلانے کے لئے (2) آگ بجھانے کے لئے (3) بچوں کے رونے اور تیسرے دن آنے والے بخار کے لئے (4) درد سر کے لئے (5) ام الصبیان کے لئے (6) سفر محفوظ ہونے کے لئے (7) مال کی حفاظت کے لئے (8) عقل بڑھنے کے لیے (9) گنہگاروں کی نجات کے لیے" (تفسیر صاوی الکھف آیۃ 22)

تفسیر جمل میں سورۃ الکھف آیت 22 کے تحت اور تفسیر نیشاپوری (ج4 ص 412) پر بھی اصحاب کہف کے ناموں کے کے تعویذ کے خواص ذکر کئے ہیں۔

آئمہ محدثین و مفسرین نے اصحاب کہف کے کتے کا نام بھی اس تعویز میں ذکر کیا ہے۔

اگر کنویں کی نسبت اللہ کے نبی (دانیال علیہ السلام) سے ہو جائے اور ایک کتے کی نسبت اللہ کے اولیاء (اصحاب کہف) سے ہو جائے تو اس کنویں اور کتے کے نام میں شفاء اور ان کے نام سے تعویز اور دم کرنا جائز ہے تو دادا کی گھوڑی (جس کو اللہ کے ولی سے نسبت ہے) اس کے نام سے دم کرنے میں کیوں درد ہوتا ہے؟؟؟

ایک رات میں قرآن پاک ختم کرنا

بھجۃ الاسرار میں ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ پندرہ سال تک رات بھر میں ایک قرآن پاک ختم کرتے رہے (بھجۃ الاسرار ص118)

جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے۔۔

اس نے قرآن سمجھا ہی نہیں جس نے تین دن سے کم مدت میں قرآن ختم کر دیا۔ (جامع ترمذی حدیث، #2949)

اگر اس روایت کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس سے ایک رات میں قرآن پڑھنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔

اس روایت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جو شخص مفہوم و مطالب کے ساتھ قرآن پڑھنا چاہتا ہے وہ تین دن سے قبل ختم نہ کرے لیکن جو مطالب سمجھے بغیر صرف قرآن کی تلاوت اور حلاوت سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے وہ ایک رات میں بھی ختم کر سکتا ہے۔۔۔

اسلاف میں بہت سارے صحابہ و تابعین آئمہ و محدثین کا یہ مبارک عمل رہا کہ ایک رات میں قرآن مجید ختم فرماتے تھے۔۔۔

چند کا مختصراً ذکر کرتے ہیں۔۔۔

امام محمد بن سعد (المتوفی 230ھ) اپنی سندِ صحیح سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ایک رکعت میں قرآن پاک ختم کرنے کی چھ روایات نقل کرتے ہیں۔۔

قال اخبرنا یزید بن ہارون، قال اخبرنا ھشام، عن محمد بن سیرین ان عثمان یحیی اللیل فیختم القرآن فی رکعۃ۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ حضرت عثمان غنی شبِ بیداری کرتے اور ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرتے تھے (طبقات ابن سعد ج3 ص72)

حضرت عبد الرحمن تیمی فرماتے ہیں :

مجھے ایک بار مقام ابراہیم پر رات ہو گئی میں عشاء کی نماز ادا کر کے مقام ابراہیم پر پہنچا یہاں تک کہ میں اس میں کھڑا ہوا تو اتنے میں ایک شخص نے میرے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھا میں نے دیکھا تو وہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے کچھ دیر بعد آپ کے سورۃ فاتحہ سے قرآن مجید کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ پورا قرآن مجید ختم کر دیا پھر رکوع اور سجود کر کے نماز مکمل کی اور اپنے جوتے لے کر چل دیئے۔

اس روایت کو ابن سعد (المتوفی 230ھ) نے طبقات ابن سعد ج3 ص72 پر

امام ابو نعیم اصفہانی (المتوفی430ھ) نے حلیۃ الاولیاء ج1 ص151 پر

عبداللہ بن مبارک (المتوفی 181ھ) نے الزھد ص452 حدیث،1276 پر اس روایت کو سند صحیح سے نقل کیا ہے۔

حضرت سلیمان بن یسار فرماتے ہیں :

حضرت عثمان غنی عشاء کے بعد کھڑے ہوتے اور ایک رکعت میں پورا قرآن ختم فرماتے۔(الزھد لابن مبارک حدیث 1275)

امام ابن کثیر حضرت عثمان غنی، حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنھما اور دیگر سلف کی ایک رکعت میں قرآن مجید پڑھنے کی روایات نقل کرنے بعد فرماتے ہیں۔۔

ھذہ کلھا اسانید صحیحۃ

یہ تمام اسناد صحیح ہیں (فضائل القرآن لابن کثیر 258،257)

ابن کثیر تفسیر ابن کثیر میں بھی کثیر صحابہ و تابعین اور سلف صالحین کی ایک رکعت میں قرآن پاک ختم کرنے کی روایات نقل کیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں قرآن مجید ختم فرماتے۔(تفسیر ابن کثیر ج1 ص120)

امام مجاہد مغرب اور عشاء کے درمیان ایک قرآن پاک ختم فرماتے۔

امام بخاری رمضان میں ایک دن اور رات میں قرآن پاک ختم فرماتے۔(تفسیر ابن کثیر ج1 ص121)

ابن کثیر نے ان ساری روایات کو صحیح قرار دیا۔

مذکورہ بالا تمام روایات کو نقل کرنے کے بعد آخر میں فرمایا۔

یہ تمام حضرات مختصر وقت میں قرآن ختم کرنے کے باوجود قرآن مجید کو سمجھ کر اور اس میں غور و فکر کر کے پڑھتے تھے۔(تفسیر ابن کثیر ج1 ص121)

امام یحیی بن سعید القطان آپ فقیہ اسلام اور اپنے وقت کے محدث تھے۔

آپ بیس سال تک ہر رات قرآن کریم ختم فرماتے تھے۔(سیر اعلام النبلاء ج9 ص178)

اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ بہت بڑے عاشق قرآن تھے رمضان المبارک میں دو راتوں میں مکمل قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔(سیر اعلام النبلاء ج4 ص51)

سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے وصال کے وقت ایک قرآن مجید ختم فرمایا۔(حلیۃ الاولیاء عربی ج10 ص264)

اس طرح کی درجنوں روایات کتبِ احادیث میں موجود ہیں کہ صحابہ و تابعین اور کبار آئمہ و محدثین نے ایک رات یا ایک مجلس میں ختم قرآن فرمایا۔۔۔

امام الانبیاء مختارِ کل (روایت کی تحقیق)

وہابی محدث عبداللہ روپڑی سے سوال ہوا کہ ایک مولوی صاحب نے مسئلہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا۔اس نے آکر کہا، میں بس صبح اور عشاء کی نماز ادا کروں گا اگر منظور ہوا تو اسلام لاتا ہوں آپ نے اس کو دو نمازیں پڑھنے کی اجازت دے دی۔ یہ حدیث کہاں ہے؟

وہابی محدث جواب میں کہتا کہ یہ حدیث بالکل جھوٹ ہے کسی کتاب میں نہیں ہے۔(فتاوی اہل حدیث ج2 ص57)

جناب روپڑی صاحب ہم آپ کا درد سمجھ سکتے ہیں!!!

اگر آپ اس حدیث کو بیان کر دیتے تو حضور کو مختارِ کُل ماننا لازم آتا۔۔ پھر آپ کا چورن کیسے بکتا؟؟

محدث صاحب آئیں ہم آپکو دکھاتے ہیں یہ حدیث کس کتاب میں ہے۔۔۔۔۔

مسند احمد میں یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ عَلَى أَنَّهُ لَا يُصَلِّي إِلَّا صَلَاتَيْنِ فَقَبِلَ ذَلِكَ مِنْهُ

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ جب وہ نبی ﷺ کی خدمت میں قبول اسلام کے لئے حاضر ہوئے تو یہ شرط لگائی کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھیں گے، نبی ﷺ نے ان کی یہ شرط قبول کرلی۔(مسند احمد، حدیث #20553)

نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں

شرعی مسئلہ ہے کہ قربانی کے لئے بکرے کی عمر پورے ایک سال ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک دن بھی کم ہوگا تو اس کی قربانی شرعاً جائز نہیں ہوگی۔۔(بہار شریعت)

عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قَالَ : ضَحَّى خَالٌ لِي يُقَالُ لَهُ : أَبُو بُرْدَةَ ، قَبْلَ الصَّلَاةِ ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّ عِنْدِي دَاجِنًا جَذَعَةً مِنَ الْمَعَزِ ، قَالَ : اذْبَحْهَا وَلَنْ تَصْلُحَ لِغَيْرِكَ ،

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ میرے ماموں ابوبردہ رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز سے پہلے ہی قربانی کر دی۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہاری بکری صرف گوشت کی بکری ہے (قربانی نہیں)

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ! میرے پاس ایک سال سے کم عمر (چھ ماہ) کا ایک بکری کا بچہ ہے؟

مختار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کی قربانی کردو اور یہ تمہارے سوا کسی اور کے لئے جائز نہیں۔(صحیح بخاری حدیث #5556، صحیح مسلم حدیث #5069)

احکام شریعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کردیں جو چاہیں ناجائز فرمادیں۔۔

جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرمادیں۔(زرقانی علی المواہب ج7ص346، فتاوی رضویہ ج30ص518)

اللہ پاک کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرنا

اللہ پاک کے لئے واحد کا صیغہ استعمال کرنا اَولی ہے ہاں اگر کسی نے تعظیما جمع کا صیغہ استعمال کیا تو بھی حرج و گناہ نہیں۔

اعلی حضرت علیہ الرحمہ فتاوی رضویہ میں اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: اللہ عزوجل کو ضمائرِ مفرد سے یاد کرنا مناسب ہے کہ وہ واحد احد فرد وتر ہے اور تعظیماً ضمائرِ جمع میں بھی حرج نہیں۔ بہرحال یونہی کہنا مناسب ہے کہ اللہ فرماتا ہے مگر تعظیماً جمع کا صیغہ استعمال کرنے میں کفر وشرک کا حکم کسی طرح نہیں ہوسکتا، نہ ہی گناہ کہا جائے گا بلکہ خلاف اولی ہے(ملتقطا از فتاوی رضویہ ج14 ص649,650)

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اَمَّا اِذَا کَانَ الْعَبْدُ فَیَنْبَغِیْ اَنْ یَقُوْلَ اَنْتَ یَا رَبِّ لَا اَنْتُم لِاِبْهَا مِهِ الشِّرْكَ الْمُنَافِیَ التَّوْحِیْدِ۔

ترجمہ:

البتہ بندے کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ(ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے لئے واحد کا صیغہ بولے کبھی جمع کا صیغہ نہ بولے) جیسے یوں کہے اے اللہ! تو میرا رب ہے یوں نہ کہے اے اللہ! آپ میرے رب ہیں کیونکہ اس میں شرک کا شائبہ ہے جو توحید کے منافی ہے(روح البیان، الواقعہ تحت الآیۃ57ج9ص330)

اشکال!

آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرنا خلاف اَولیٰ ہے جب کہ قرآن میں جگہ جگہ جمع کے صیغے آئے ہیں۔

جواب!

یاد رکھیں کہ(قرآنِ پاک میں) جب اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے بارے میں جمع کے صیغہ کے ساتھ کوئی خبر دے تو اس وقت وہ اپنی ذات، صفات اور اَسماء کی طرف اشارہ فرمارہا ہوتا ہے، جیسے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ"(حجر:9)

ترجمۂ کنزُالعِرفان:

بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اور جب اللہ تعالیٰ واحد کے صیغہ کے ساتھ اپنی ذات کے بارے میں کوئی خبر دے تو اس وقت وہ صرف اپنی ذات کی طرف اشارہ فرمارہا ہوتا ہے، جیسے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

"اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ " (قصص:30)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا ہوں۔

اور یہ اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ خود خبر دے (بندے کے لئے مناسب نہیں کہ وہ جمع کا صیغہ اللہ تعالی کے لئے بولے)۔(صراط الجنان،الواقعہ تحت الآیہ 59ج9 ص693۔ مکتبۃ المدینہ کراچی)

اسماء الرجال کی چند کتب کا تعارف

راویان حدیث کے بارے میں عام تصنیفات۔۔

(1) التاریخ الکبیر (امام بخاری)

یہ کتاب امام بخاری نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کے قریب چاندنی رات میں بیٹھ کر لکھی۔

اس کتاب میں امام بخاری نے تقریباً 14000 راویوں کے حالات جمع کئے ہیں اور یہ کتاب 12 جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ راویان حدیث کے بارے میں قدیم ترین اور مکمل کتاب ہے، لیکن پھر بھی بہت سارے راویوں کا تذکرہ کتاب میں نہیں آسکا۔ امام بخاری نے راوی کے حالات میں راوی کا نام،باپ کا نام،دادا کا نام،کنیت،قبیلہ یا شہر جس کی طرف نسبت ہو۔ مزید راوی کے اساتذہ اور تلامذہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

(2) الجرح والتعدیل (امام ابن ابی حاتم رازی)

امام ابن ابی حاتم نے اس کتاب میں 18000 راویوں کے حالات جمع کئے ہیں اور یہ کتاب 10 جلدوں پر مشتمل ہے۔

یہ فن جرح و تعدیل میں جامع ترین کتاب ہے۔ جس میں امام ابن ابی حاتم نے امام بخاری کی التاریخ الکبیر کو سامنے رکھ کر مرتب کیا ہے۔

صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث کے راویوں کے بارے میں تصنیفات

(1) الاکمال فی اسماء الرجال (امام مقدسی)

امام مقدسی نے اس کتاب میں صحیحین اور سنن اربعہ کے راویوں کے حالات جمع کئے ہیں۔

(2) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (امام جمال الدین المزی)

امام مقدسی نے اپنی کتاب میں صرف صحاح ستہ کے راویوں کے حالات جمع کئے ہیں۔ جبکہ امام مزی نے صحاح ستہ کے مؤلفین کی دیگر 19 کتب احادیث کے راویوں کے حالات بھی جمع کئے ہیں۔ یہ کتاب 35 جلدوں پر مشتمل ہے۔

(3) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (امام ذہبی)

امام ذہبی نے اس میں امام مزی کی تہذیب الکمال کا اختصار کیا ہے۔ یہ کتاب 11 جلدوں پر مشتمل ہے۔

(4) الکاشف (امام ذہبی)

اس کتاب میں امام ذہبی نے صحیحین اور سنن اربعہ کے راویوں کے حالات تہذیب الکمال سے انتخاب کر کے اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔

(5) تہذیب التہذیب (امام ابن حجر عسقلانی)

امام ابن حجر نے اس کتاب میں تہذیب الکمال کا اختصار کیا ہے۔

(6) تقریب التہذیب (ابن حجر عسقلانی)

اس کتاب میں امام ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب کا بھی اختصار کر کے کوشش کی ہے کہ راوی کے حالات ایک دو سطر میں آجائیں۔ راوی کا نام، باپ دادا کا نام طبقہ اور راوی کا سٹیٹس ذکر کیا ہے۔

اور اعلیٰ حضرت نے اس کی تعلیق بھی کی ہے (تعلیقات رضویہ) کے نام سے۔

(7) میزان الاعتدال (امام ذہبی)

یہ کتاب آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں امام ذہبی نے راویوں کے بارے میں سابقہ محدثین کے اقوال اور ان کی تمام جروحات نقل کی ہیں۔

(8)لسان المیزان (ابن حجر عسقلانی)

ثقہ راویوں پر لکھی گئی کتب

(1) کتاب الثقات (امام العجلی)

(2) کتاب الثقات (ابن حبان)

(3) کتاب الثقات (ابن شاہین)

ضعیف راویوں پر لکھی گئی کتب

(1) کتاب الضعفاء (امام بخاری)

(2) کتاب المجروحین (ابن حبان)

(3) کتاب الضعفاء والمتروکین (ابن جوزی)

(4) دیوان الضعفاء والمتروکین (امام ذہبی)

(5) تعریف اہل التقدیس (امام ابن حجر)

چند کتابیں عرض کی ہیں محدثین نے اس پر بہت کام کیا ہے۔۔۔

(1) سند کے راویوں پہ محدثین کے جتنے اقوال ذکر کریں گے سند اتنی زیادہ پختہ ہو گی۔

(2) اس کے علاوہ راویوں کے طبقات، کنیتوں اور القاب پر الگ الگ کتابیں لکھی گئی ہیں۔

(3) مذکورہ بالا تمام کتب عربی میں ہیں جبکہ امام ذہبی کی میزان الاعتدال اور ابن حجر عسقلانی کی تقریب التہذیب اردو میں بھی چھپ چکی ہیں۔

(4) اور اسماء الرجال کی تمام کتابوں میں راویوں کے نام حروف تہجی کے اعتبار سے ذکر کئے گئے ہیں۔

جس کی وجہ سے بندہ آسانی سے راوی کے حالات ڈھونڈ سکتا ہے۔

صحت وضعف میں راویوں کی مخصوص حالتوں کا اعتبار

بعض راویوں کے ساتھ کچھ مخصوص حالتیں ہوتی ہیں جن کا جاننا جارح اور معدل کے لئے ضروری ہوتا ہے تاکہ اس راوی کو مطلق ثقہ، یا مطلق ضعیف نہ سمجھا جائے اس کی کئی صورتیں ہیں۔۔ مثلاً

(1) ایک شخص ایک شہر میں ثقہ ہوتا ہے اور دوسرے شہر میں ضعیف ہوتا ہے جیسے اسماعیل بن عیاش شامی حمصی، جب یہ شامیوں سے روایت کرتے ہیں تو ثقہ ہوتے ہیں اور جب غیر شامیوں، حجازیوں، عراقیوں وغیرہ سے روایت کرتے ہیں تو ضعیف ہوتے ہیں۔(شرح علل الترمذی ج2ص609)

اسی طرح ولید بن مسلم دمشقی جب غیر اہل دمشق سے روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت میں نقص رہتا ہے۔

ایسے ہی ہشام بن عروہ جب اہل عراق سے روایت کرتے ہیں تو مضطرب ہوتے ہیں۔(شرح علل الترمذی ج2ص605)

ایسے ہی یزید بن ہارون کی روایت واسط والوں سے بغداد والوں کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہوتی ہے۔

اسی طرح معمر بن راشد ازدی جب بصرہ اور عراق میں روایت کرتے ہیں تو ان کی حدیثیں مضطرب ہوتی ہیں اور جب یمن میں روایت کرتے ہیں تو ان کی روایتیں صحیح ہوتی ہیں۔(شرح علل الترمذی ج2ص602)

اس کی مختلف وجوہات ہیں کبھی راوی کے ساتھ کتاب ہوتی ہے تو صحیح روایت کرتا ہے ورنہ مضطرب ہو جاتا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض شہروں میں روایت کو اچھی طرح ضبط نہ کر سکا۔ مثلاً عبد الرزاق صنعانی جب سفیان بن عیینہ سے مکہ میں سنا تو ضبط نہ کر سکے اور جب یمن میں سنا تو ضبط کر لیا۔ یا کسی شہر کے لوگوں نے اس کی روایت کو اچھی طرح نہ سنا اور دوسرے شہر کے لوگوں نے اچھی طرح سنا۔ (شرح علل الترمذی ج6 ص606)

(2) اسی طرح ایک راوی کسی شخص سے روایت کرتا ہے تو ثقہ ہوتا ہے لیکن جب وہ ہی شخص دوسرے شیخ سے روایت کرتا ہے تو ضعیف ہوتا ہے جیسے جریر بن حازم بصری یہ ثقہ راوی ہیں لیکن جب قتادہ سے روایت کرتے ہیں تو ضعیف ہوتے ہیں۔ (شرح علل الترمذی ج2 ص624)

ایسے ہی سلیمان تیمی ثقہ ہیں لیکن جب قتادہ سے روایت کرتے ہیں تو ضعیف ہوتے ہیں ایسے ہی جعفر بن برقان ثقہ ہیں لیکن جب زہری سے روایت کرتے ہیں تو ضعیف ہوتے ہیں۔ (شرح علل الترمذی ج2 ص631)

(3) کچھ راوی ایسے ہیں جن کی روایتیں بعض حالات میں صحیح اور بعض حالات میں ضعیف ہوتی ہیں مثلاً وہ راوی جو آخری عمر میں مختلط ہو گئے یا کسی عارضے کی بنا پر سوء حفظ کا شکار ہو گئے جیسے سعید بن ایاس جریری وغیرہ فی نفسہ ثقہ تھے لیکن اختلاط کی بنا پر ضعیف ہو گئے۔ (شرح علل الترمذی ج2 ص564)

اسی طرح ابن لہیعۃ کو اکثر لوگ ثقہ مانتے تھے لیکن جب ان کا کتب خانہ جل گیا تو ان کا حافظہ خراب ہو گیا اور ضعفاء میں شمار ہو گئے۔ (شرح علل الترمذی ج1 ص136)

(4) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ راوی جب کتاب سے روایت کرتا ہے تو ثقہ ہوتا ہے اور جب حفظ سے روایت کرتا ہے تو ضعیف ہوتا ہے مثلاً یونس بن یزید ایلی۔

ایسے ہی معمر بن راشد یمن میں اپنی کتاب سے روایت کرتے تھے تو ثقہ رہتے تھے لیکن جب حفظ سے روایت کیا تو ضعیف ہو گئے۔ امام احمد اور ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ

یمن میں کتابیں ساتھ تھیں، بصرہ میں ساتھ نہیں تھیں۔(شرح علل الترمذی ج2 ص612)

لہذا جارح اور معدل کے لئے ان ساری چیزوں کا اعتبار ضروری ہے تا کہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو۔۔

محدث بریلی کی فن اصول حدیث میں مہارت

اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی فن اصول حدیث سے واقفیت اور مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "ردالمحتار" کے باب الاذان میں ایک حدیث پاک نقل فرمائی۔

اعلی حضرت نے اس پر تنبیہ کرتے ہوئے "جد الممتار علی ردالمحتار" میں فرمایا :

لفظ "اَخرجَ " غیر محل میں ہے کیونکہ یہ محدثین کے ہاں روایت کے معنی میں ہے جس کے ساتھ سند ہوتی ہے اور یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ سند کے ساتھ روایت ذکر نہیں کرتے۔ لہذا اولی یہی تھا کہ علامہ شامی "اَخرج" کی جگہ "نَقلَ" یا"ذَکرَ" یا"اَوردَ" یا اس سے ملتے جلتے الفاظ ذکر کرتے۔(جد الممتار ج3 ص72)

حضور ﷺ جانتے ہیں

حضرت سلیمان بن سحیم فرماتے ہیں :

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ پر سلام پیش کرتے ہیں کیا آپ ان کے سلام کو سمجھتے ہیں؟؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں سمجھتا بھی ہوں اور ان پر سلام لوٹاتا بھی ہوں(جواب بھی دیتا ہوں)۔

اس روایت کو ابن ابی دنیا نے اور بیہقی نے 'حیاۃ الانبیاء' میں اور 'الشعب' میں اور ان کے طریق سے ابن بشکوال نے ذکر کیا ہے۔

ابراہیم بن شیبان فرماتے ہیں:

میں نے حج کیا پھر مدینے حضور کی قبر انور کے پاس آیا۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ شریف کے اندر سے "وعلیک السلام" کی آواز سنی۔(القول البدیع 236،235)

صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آصف بن برخیا اور تخت بلقیس

جب بد بختی غالب آجائے تو بندہ قرآن و حدیث کا بھی انکار کر دیتا ہے۔

جب ہم پلمبری حضرات کو حضرت آصف بن برخیا کی کرامت قرآن سے دکھاتے ہیں تو یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ آصف بن برخیا کا قرآن میں صراحت سے ذکر نہیں ہے۔۔۔

مطلب جس کا قرآن میں صریح لفظوں میں ذکر نہیں پلمبری حضرات اس کا انکار کر دیں گے؟؟

کم و بیش سوا لاکھ انبیاء کا ذکر قرآن میں صراحت سے ذکر نہیں تو کیا اب انبیاء کا بھی انکار کر دیں گے؟؟

آیئے ہم سند صحیح سے اور معتبر کتب تفاسیر سے ثابت کریں گے کہ ملکہ بلقیس کا تخت لانے والے اللہ کے ولی آصف بن برخیا ہی تھے۔۔۔

(1) امام نسائی اپنی سند سے ذکر کرتے ہیں۔۔۔

كانَ آصف كاتبُ سليمان

وہ سلیمان علیہ السلام کے کاتب آصف تھے۔(السنن الکبری حدیث 10927)

(2)امام ابن ابو حاتم رازی نے سندِ صحیح سے تین روایات ذکر کیں۔

اور فرمایا کہ وہ سلیمان علیہ السلام کے کاتب آصف بن برخیا تھے۔(تفسیر ابو حاتم ج11ص395,396)

(3) علامہ قرطبی فرماتے ہیں :

اکثر مفسرین اس بات پر ہیں کہ جس کے پاک کتاب کا علم تھا وہ آصف بن برخیا ہیں۔(تفسیر قرطبی ج3ص204)

(4) فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں :

جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا تھے۔(تفسیر سمرقندی ج2ص497،496)

(5) امام ابن کثیر نے ابو حاتم کی ابن عباس، یزید بن رومان اور قتادہ والی روایات نقل کیں۔

کہ وہ مومن انسان تھے اور ان کا نام آصف تھا۔(تفسیر ابن کثیر ج10ص408)

(6) امام بیضاوی فرماتے ہیں :

وہ سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا تھے۔(تفسیر بیضاوی ج4ص161)

(7) علامہ نسفی فرماتے ہیں :

تخت لانے والے سلیمان علیہ السلام کے کاتب آصف بن برخیا تھے ۔(تفسیر نسفی ج2ص607)

(8) تفسیر جلالین میں ہے۔۔۔

وہ اسم اعظم کا علم رکھنے والے آصف بن برخیا تھے۔ (تفسیر جلالین 364)

(9)علامہ صاوی لکھتے ہیں :

وہ اولیاء اللہ میں سے تھے سلیمان علیہ السلام کے کاتب اور وزیر تھے۔

(10)علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں :

جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ آصف بن برخیا تھے۔(تفسیر روح البیان ج6 ص349)

مذکورہ بالا آئمہ مفسرین کی تصریحات سے ثابت ہو گیا کہ ملکہ بلقیس کا تخت لانے والے اللہ کے ولی آصف بن برخیاہی تھے۔

روحوں کا تھیلا

بدمذہب اور منگول پارٹی یہ جھوٹا واقعہ سنا کر استہزاء کرتے اور اولیاء اللہ سے دور کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔۔۔

اعلی حضرت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ کیا غوث پاک نے ناراض ہو کر غصہ میں عزرائیل علیہ السلام سے زنبیل ارواح(روحوں کا تھیلا) چھین لیا تھا؟۔۔۔

آپ نے جواباًارشاد فرمایا :

زنبیل ارواح (روحوں کا تھیلا) چھین لینا خرافات مخترعہ جہال (جاہلوں کی گڑھی ہوئی باتوں میں)سے ہے۔سیدنا عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام رسل ملائکہ سے ہیں اور رسل ملائکہ اولیاء بشر سے بالاجماع افضل۔تو مسلمانوں کو ایسے اباطیل واہیہ سے احترام لازم(بچنا ضروری ہے)۔(فتاوی رضویہ ج28ص418،419)

رتن ہندی کون؟

رتن ہندی ایک جھوٹا دجال تھا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ سو سال بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا۔۔۔

مقررین اور عام لوگوں کی طرف سے رتن ہندی کی بہت سی جھوٹی کہانیاں بیان کی جاتی ہیں۔۔

آیئے احادیث اور اقوال محدثین سے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔۔۔

اس بات پر علماء و محدثین کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سب سے آخر میں حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ دضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔۔۔

جیسا کہ امام ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں کہ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ آخری صحابی ابو الطفیل ہیں (فتاوی حدیثیہ صفحہ 125)

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَاتَ أَبُو الطَّفَيْلِ سَنَةَ مِائَةٍ وَكَانَ آخِرَ مَنْ مَاتَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

سیدنا ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سو ہجری میں فوت ہوئے اور یہ رسول اللہ کے صحابہ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔(صحیح مسلم حدیث:2340)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولهذه النكتة لم يصدق الأئمة أحدا ادعى الصحبة بعد الغاية المذكورة وقد ادعاها جماعة فكذبوا، وكان آخرهم رتن الهندي ... لأن الظاهر كذبهم في دعواهم.

اسی وجہ سے ائمہ نے سو برس بعد کسی بھی شخص کا دعوی صحابیت قبول نہیں کیا، اس کے بعد بہت سارے لوگوں نے دعوی صحابیت کیا، مگر محدثین نے ان کی تکذیب کی سب سے آخر میں رتن ہندی نے دعوی صحابیت کیا تھا۔ ان لوگوں کا جھوٹ واضح تھا۔(الاصابة في تمييز الصحابة : 1/8)

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

آپ کیا سوچ سکتے ہیں کہ رتن کیا چیز ہے؟ یہ بلاشبہ ایک دھوکے باز بڈھا ہے جو 600 ہجری کے بعد نمودار ہوا اور اس نے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ صحابہ جھوٹ نہیں بولتے، لیکن اس نے اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں جرات کا مظاہرہ کیا، میں نے اس کے بارے میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے۔

ایک قول کے مطابق اس کا انتقال 632 ہجری میں ہوا یہ تو جتنا جھوٹا تھا سو تھا، لیکن لوگوں نے بہت سی جھوٹی اور ناممکن باتیں بھی اس کی طرف منسوب کی ہیں۔(میزان الاعتدال: ج3ص84)

نیز امام ذہبی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں :

من صدق بهذه الأعجوبة وآمَنَ ببقاء رتن، فما لنا فيه طب. فَلْيُعْلَمْ أَنَّني أَوَّل مَنْ كَذَّب بذلك، وأنني عاجز منقطع معه في المناظرة وما أبعد أن يكن جنى تبدى بأرض الهند، وأدعى ما ادعى، فصدقوه؛ لأَنَّ هذا شيخ مفتر كذاب ...فوالذي يُحْلَفُ بِهِ إِنَّ رتن

لکذاب قاتله الله أَنَّى يُؤْفَكُ . وقد أفردت جزءًا فِيهِ أخبار هذا الضال وسميته " : كسر وثن رتن . "

جو اس عجوبے کی تصدیق کرتا ہے اور رتن ہندی کے باقی رہ جانے پر یقین کرتا ہے، اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ یاد رہے کہ اس کی تکذیب سب سے پہلے میں کرتا ہوں، میرا اس سے مناظرہ ممکن نہیں۔ یہ بات بعید نہیں کہ وہ کوئی جن ہو جو ہندوستان کی زمین پر ظاہر ہو گیا ہو اور اس نے وہ دعوی کر دیا ہو، پھر اس کی لوگوں نے تصدیق کر دی ہو، کیوں کہ یہ شیخ تو مفتری اور کذاب تھا۔ اس بات پر تو قسم اٹھائی جاسکتی ہے کہ رتن کذاب تھا، اللہ اسے تباہ کرے، کیسے اتہام لگاتا تھا۔ میں نے ایک پورا رسالہ لکھا ہے، جس میں اس گمراہ کی خبریں ہیں، میں نے اس کا نام رکھا ہے۔ رتن کے بت کا ٹوٹنا۔
(تاریخ الاسلام : 14/69)

صحیح بخاری میں ہے۔۔۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضہ اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا ، لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ .

یہ رات آپ دیکھ رہے ہیں، اس کے سو سال بعد، زمین پر موجود کوئی شخص باقی نہیں بچے گا۔

(صحیح البخاری : 116 ،)

لیکن اس کذاب نے 600 سال بعد اُٹھ کر صحابیت کا دعوی کر دیا۔۔۔۔۔۔